جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد

عالمِ ربّانی مُحدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانیٔ جامعہ مدنیہ جدید

اگست
سنہ ۲۰۰۲ء

جمادی الاولیٰ
سنہ ۱۴۲۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۱۰ | جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ اگست ۲۰۰۲ء | شمارہ : ۸

مدیر اعلیٰ
سیّد محمود میاں
مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ
لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳ روپے	سالانہ	۱۵۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی	"	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش	"	۶ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ	"	۱۶ ڈالر
برطانیہ	"	۲۰ ڈالر

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ـــــ سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ـــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
پوسٹ کوڈ : ۵۴۰۰۰ موبائل : ۰۳۳۳-۴۲۴۹۳۰۱
فون : ۷۷۲۴۵۸۱ فون/فیکس: ۹۲-۴۲-۷۷۲۶۷۰۲
E-mail : jamiamadaniajadeed@hotmail.com

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا

اِس شمارے میں

ادار یہ		۳
درس حدیث	حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
فہم دین کورس اور حضرت اقدسؒ	حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۱۰
فہم حدیث	حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۱۵
فرقہ واریت کیا ہے؟	حضرت مولانا منیر احمد صاحب	۱۹
دارالعلوم دیوبند، حقائق اور تاریخ	حضرت مولانا محمد اسعد صاحب تھانوی	۲۷
انسانیت کے خلاف جرائم		۳۱
عالمی خبریں		۳۶
خوانِ خلیل	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۳۹
دینی مسائل		۵۴
تحریک احمدیت		۵۷
تقریظ وتنقید	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۶۲

جامعہ مدنیہ جدید کا موبائل

۰۳۳۳_۴۲۴۹۳۰۱

☆

جامعہ مدنیہ جدید کا پرانا نمبر ۲۰۰[illegible]۷۷

جامعہ مدنیہ جدید کا نیا نمبر ۷۷۲۴۵۸۱

☆

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

jamiamadaniajadeed@hotmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

گزشتہ ماہ لاہور کی سطح پر حکومت کی جانب سے جادوگروں اور کاہنوں کے خلاف پولیس نے چھاپہ مار کارروائیاں کیں اور بہت سے جادوگر حراست میں لے لیے۔ ان کے قبضہ سے انسانی کھوپڑیاں اور دیگر انسانی اعضاء کے علاوہ اُلو، بندر اور خونی گنڈے بھی برآمد ہوئے۔ حد یہ ہے کہ بعض زہریلے گنڈے بھی جادوں گروں نے اپنے پاس رکھے ہوئے تھے جن کے ذریعے انسان موذی اور مہلک بیماریوں میں مبتلا ہونے کے بعد سسک سسک کر جان دے بیٹھتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جادو شیطانی عملیات ہیں جن کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ سے دور ہو کر شیطان کا دوست بن جاتا ہے شیطان سے اپنی دوستی مضبوط کرنے کے لیے انسان بڑی شرمناک حرکتیں کرتا ہے۔ اللہ کو گالیاں دیتا ہے، رسول کو بُرا کہتا ہے، ہر وقت ناپاک رہتا ہے، استنجا نہیں کرتا، غسل نہیں کرتا، زنا کرتا ہے، بدکاری کرتا ہے، بس ہمہ وقت وہ شیطان کو خوش کرنے میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اسلام سے نکل کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے اور شیطان کا پکا دوست بن جاتا ہے اور اس کے کفریہ اعمال میں شیطانی قوت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

اسی طرح نجومیوں نے بھی غیب کی باتیں بتلانے کے بہانے معاشرے کے ضعیف الاعتقاد اور اَن پڑھ طبقہ کو اپنا حلقہ نشیں بنا رکھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ستاروں کی تخلیق کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بیان فرمودہ حکمتوں سے ہٹ کر اگر کسی نے ستاروں کا کچھ بھی علم حاصل کیا تو اس نے ایک قسم کا جادو کا علم حاصل کیا۔ (فرمایا) نجومی کاہن ہوتا ہے اور کاہن جادوگر ہوتا ہے اور جادوگر کافر

ہوتا ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۴)۔ حکومت کے موجودہ چھاپے ایک وقتی کارروائی ہے مسئلہ کا پائیدار حل نہیں ہے اس کے مستقل حل کے لیے جادوگروں، کاہنوں اور نجومیوں کے لیے باقاعدہ قانون بنا کر عبرت ناک سزائیں تجویز کی جانی چاہئیں ان کے اڈوں کو سیل کرکے آئندہ ہمیشہ کے لیے پابندی لگادینی چاہیے۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے **حد الساحر ضربة بالسيف** جادوگر کی حد (سزا) تلوار کی ضرب ہے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰۸)

دوسری طرف حکومت کو چاہیے کہ اس کے خلاف عوام الناس کو معلومات فراہم کرنے کے لیے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر بھرپور مہم چلائے اور لوگوں کو بتلایا جائے کہ ان کی ذہنی، جسمانی اور روحانی پریشانیوں کا حل قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ علماء کرام اور اہل اللہ اس کے لیے قرآن وحدیث کی آیات اور دعائیں عوام الناس کو محض خدمت خلق کے جذبہ سے بلا معاوضہ بتلاتے ہیں ان پر عمل کے ذریعے دکھ اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرکے پرسکون زندگی گزاری جاسکتی ہے جبکہ جادوٹونے کی راہ اختیار کرکے دنیا و آخرت دونوں برباد ہوجاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان کے راستہ سے بچا کر راہ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

محمود

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان خانقاہِ حامدیہ چشتیہ رائیونڈ روڈ کے زیرِ انتظام ماہ نامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

ہر انسان کے لیے استغفار کرنا ضروری ہے، جنت کا استحقاق کسی کو حاصل نہیں ہے
''تبلیغ'' پر اجر ہے ''تکبر'' پر نہیں، مبلّغ کے دماغ میں تکبّر آجائے تو تبلیغ نہیں رہتی

﴿ تخریج و ترتیب : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر ۳۵/ سائیڈ بی ۸۴-۶-۸)

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد !

حدیث شریف میں استغفار کی فضیلت آئی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا رہے اور یہ بھی چاہتا رہے کہ خداوند کریم تو میرے گناہوں کو چھپائے بھی رکھ بلکہ حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ یہ انسان پر خدا تعالیٰ کا ایک انعام ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے عیب کو چھپائے رکھے۔

ناشکری اور بے پروائی :

اور یہ بڑی بے پروائی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تو کسی بندے کے عیب کو چھپالے اور وہ خود اپنے عیب کا چرچا کرتا پھرے کہ میں نے یہ غلطی کی ہے، میں نے یہ گناہ کیا ہے، میں نے یہ کام کیا ہے، کوئی بُرائی کی ہو اس کا چرچا کرتا پھرے، یہ غلط ہے اللہ کو پسند نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک احسان بتلایا ہے کہ کسی طرح گنہگار کا کوئی گناہ چھپا بھی رہے اس پر پردہ پڑا رہے یہ خدا کا احسان ہے تو اس احسان کا شکر کرے اگر وہ دوسروں پر اپنے عیوب جو خدا نے چھپائے رکھے ہیں، ظاہر کرتا پھرتا ہے تو گویا خدا کی ناشکری کر رہا ہے، خدا نے تو اس کے ساتھ احسان فرمایا ہے کہ اس کا پردہ چاک نہیں کیا اور وہ خود اپنے بارے میں کہتا پھرتا ہے کہ میں نے یہ جوا کھیلا میں نے یہ کام کیا، میں نے فلاں کام کیا، یہ غلط ہے۔ اگر خدا نے پردہ رکھا ہے تو اس سے بس استغفار کرتا رہے یہی بتایا ہے اور اسی کو پسند فرمایا ہے۔

اہم بات :

دوسری چیز بعض دفعہ یہ ہوجاتی ہے کہ جو آدمی مسئلہ جانتا ہے جب وہ دوسرے کو بتلاتا ہے تو اس میں کبھی کبھی یہ غلطی ہوجاتی ہے کہ اپنے آپ کو اچھا سمجھنے لگتا ہے اور یہ بات کہ میں اچھا ہوں اگر دماغ میں آجائے تو وہیں اس کا درجہ خدا کے ہاں گھٹ جائے گا، لہٰذا وہ کیا کرے؟ جو مسئلہ جانتا ہے جب دیکھے کہ اس پر عمل نہیں ہورہا اس کے خلاف ہورہا ہے تو وہ کیا کرے بتائے یا نہ بتائے؟ بتائے ضرور، نہیں بتائے گا تو گناہ ہوگا، مطلب یہ ہوا کہ مسئلہ بھی بتلائے اور اپنے آپ کو یہ سمجھے کہ یہ خدا کے حکم کی تعمیل کررہا ہوں کہ میں اسے بتلا رہا ہوں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اس سے اچھا ہوگیا کیونکہ اچھے اور نہ اچھے ہونے مدار تو خدا کے قُرب پر ہے، خدا کی پسند پر ہے جو ہم سے غائب ہے جس کا پتہ نہیں چل سکتا۔

سبق آموز قصہ :

ایک واقعہ اسی طرح سے آتا ہے کہ دو آدمی تھے بنی اسرائیل میں، اُن میں آپس میں بڑی محبت تھی یتحا بین لیکن رنگ ہر ایک کا الگ تھا۔ ایک **مجتھد فی العبادۃ** خوب زیادہ عبادت کرتا دوسرا **والآخر یقول مذنب** دوسرا جو تھا اس کی زندگی پاکیزہ نہیں تھی گناہ کے کام کرتا رہتا تھا۔ یہ آدمی جو نیک تھا اس کا دوست تھا، اسے سمجھاتا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ جو تو یہ بُرے کام کرتا ہے یہ کم کران میں کمی لا بُرے کاموں سے باز آجا۔ **اقصر عما انت فیہ** یہ (جواب میں) کہتا تھا کہ بات تو ٹھیک کہتے ہو مگر گناہگار ہوں **خلنی وربی** یہ تنگ آجاتا تھا تو کہہ دیتا تھا کہ بس میں جانوں میرا خدا جانے۔ ایسے بھی کہہ دیتے ہیں لوگ اب بھی کہہ دیتے ہیں جو زیادہ تنگ آجائیں کوئی زیادہ تنگ کرے تو پھر یہی کہہ دیتے ہیں وہی وہ کہہ دیتا تھا کہ **خلنی وربی** مجھے اور میرے پروردگار کو بس تم چھوڑ دو، میں جانوں خدا جانے، میرا اور خدا کا معاملہ ہے۔ بس ایک دن اُس نے دیکھا کہ یہ کسی ایسے برے کام میں لگا ہوا ہے جس کو اس نے بہت برا سمجھا، اور کہنے لگا کہ باز آجا **اقصر** اس نے پھر وہی کہا پھر اس نے یہ بھی کہا **اَبُعِثْتَ علَیَّ رقیبا** کیا تجھے خدا نے میرے اُوپر نگران مقرر کیا ہے کہ تو میری نگرانی کرتا رہے، میری سپروائزری کرتا رہے۔

مبلغ کا کام :

تبلیغ کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ بات سمجھا کر کہہ دی جائے اُس کے بعد ماننا یا نہ ماننا یہ اُس آدمی کا کام ہے۔

اُس کا پیچھا کرتے رہنا یہ مبلغ کا کام نہیں ہے۔ مبلغ کا کام یہی ہے بس اور اتنے ہی سے فائدہ ہوجاتا ہے وہ خود ہی پھر ٹھیک چلتا ہے نیکی کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے اور اگر وقت نہ آیا ہوا بھی اُس کی ہدایت کا تو پھر اس سے فائدہ نہیں ہوتا۔ اس کی ہدایت ہونی ہے پندرہ سو دفعہ کہنے کے بعد تو ہلکے ہلکے ہلکے ہلکے کہتے رہیں جب پندرہ سو دفعہ کہیں گے

توپھر جا کر اس کے دماغ میں بات آئے گی کہ ہاں اب کچھ سوچوں گا تو یہ ضروری نہیں کہ جب آپ نے کہی فوراً اثر ہو جائے، نہیں ہوتا ایسے، ہوتا ہی نہیں اثر، بلکہ مرتے وقت مرنے سے پہلے پہلے ہو جاتا ہے تو اس نیک آدمی نے دیکھا اور اس نے جب ذرا انداز بدل کر کہا ہوگا تو اُس نے بھی انداز بدل کر کہہ دیا کہ ابعثت علی رقیبا کیا تمھیں میرے اُوپر نگہبان بنا کر بھیجا گیا ہے، خدا کی طرف سے تم اس کام پر مامور ہوئے ہو، کہنے لگا واللّٰہ لایغفرک اللّٰہ ابدا ولا یدخلک الجنۃ اس (نیک) آدمی نے کافی سخت جملے کہے۔ کہنے لگا خدا کی قسم اللہ تجھے کبھی بھی معاف نہیں کرے گا اور کبھی تجھے جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ یہ اس آدمی کی زبان سے جو اُسے واعظ کہہ رہا تھا جملے نکلے، یہ بہت بڑا دعوٰی ہے تو زندگی اور موت کا تو پتہ کوئی نہیں ہوتا، بہت قصے ایسے ہوتے رہتے ہیں کہ ذرا سی دیر میں دو آدمی مر گئے دوست مر گئے میاں بیوی مر گئے۔ بہت سارے واقعات ایسے ہوتے رہتے ہیں تو اس میں بھی اسی طرح ہوا فبعث اللّٰہ الیھما ملکا تو ان دونوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا اُس نے ان کی رُوح قبض کر لی، یہ دونوں جمع ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس سے جو گنہگار تھا اُدْخُلِ الجنۃ کہ تو جنت میں چلا جا۔

جنت کا استحقاق کسی کو حاصل نہیں ہے:

اور فرمایا برحمتی میری رحمت کی وجہ سے، کوئی استحقاق تو نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتا دیا کہ استحقاق تو کبھی بنتا ہی نہیں کہ کوئی آدمی یہ سمجھ لے کہ میرا حق ہے کہ میں جنت میں جاؤں یہ تو بنتا ہی نہیں ہے، بس یہی ہے کہ خدا کی رحمت ہی سے جانا ہے یہ مسئلہ تو ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا ہے سمجھا دیا ہے کہ یہ کبھی سمجھنا ہی نہیں کہ فلاں عمل کی وجہ سے میں جنت میں چلا جاؤں گا۔ میں نے اتنی نیکیاں کی ہیں کہ ساری زندگی نیکی میں گزاری ہے تو میں ضرور بخشا ہی جاؤں گا یہ نہیں ہے، میرا حق بنتا ہے کہ میں بخشا جاؤں یہ بھی نہیں ہے بس یہی ہے کہ خداوند کریم چاہے تو بخش دے گا اور اُس کی رحمت ہوگی تو بخشا جائے گا تو اُس آدمی نے یہ کہا تھا کہ تیری کبھی بخشش نہیں ہوگی، خدا تجھے جنت میں نہیں لے جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بلا لیا جو گنہگار تھا اس سے فرمایا کہ جاؤ میری رحمت سے اور دوسرے سے کہا اتستطیع ان تحصر علی عبدی رحمتی کیا تو یہ کرسکتا ہے کہ میری رحمت کو روک دے کہ وہ کسی بندے تک نہ پہنچ سکے، فلاں تک پہنچے اور فلاں تک نہ پہنچے، یہ تو کرسکتا ہے تو کہنے گا کہ نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ میں یہ نہیں کرسکتا۔ کوئی یہ نہیں کرسکتا کہ اللہ تعالیٰ کو مجبور کردے کہ تو اس بندے پر رحم نہ کھانا اس پر اپنی رحمت نہ کرنا، کوئی مجبور نہیں کرسکتا تو فرمایا کہ اس کو تم اسی گناہ کی وجہ سے جو اس نے زبان سے کیا جہنم میں لے جاؤ، اُس کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا اور اس کو سزا دے دی۔

مبلغ حضرات کے لیے تنبیہ :

اس میں میں اتنی بات عرض کرنی چاہتا ہوں سمجھانے کے لیے کہ ایک آدمی گناہ کرتا ہے اور اپنے آپ کو عاجز اور بڑا ہی قصوروار سمجھتا رہتا ہے، رُک نہیں سکتا گناہ سے اس سے گناہ ہو جاتا ہے جب گناہ ہو جاتا ہے تو پھر پچھتا تا ہے پھر ہو جاتا ہے پھر پچھتاتا ہے تو اس آدمی کی قسم یہی معلوم ہوتی ہے (جو حدیث شریف میں آئی ہے) اور بعض دفعہ ایسے ہوتا ہے کہ ایک آدمی نصیحت کرتا ہے کسی کو اور اُس کے دماغ میں اور اُس کے دل میں بڑائی آتی ہی چلی جاتی ہے وہ جو بڑائی آتی چلی جاتی ہے تو وہ تو ''کبر'' ہوگیا وہ تبلیغ نہیں رہی، اس تبلیغ کے اندر تکبر کا پہلو بڑھ گیا تو تبلیغ پر تو اجر ہے اور تکبر پر تو اجر نہیں ہے (بلکہ گناہ ہے) تو اس طرح کی چیز اگر مبلغ کے دماغ میں پیدا ہو رہی ہے کہ میں بہت اچھا ہوں میں بہت برتر اور بالا ہوں تو پھر اُسے ڈرنا چاہیے اُسے استغفار کرنا چاہیے اُس کیفیت سے جو اس کے دل میں یہ خرابی پیدا ہوگئی ہے اور اُسے خود نظر آنی چاہیے کیونکہ شریعت نے تو بہت بہت چیزیں بتلادی رکھی ہیں، باریک باریک چیزیں بتلا رکھی ہیں تو اسے ڈرنا چاہیے کہیں اس بات پر میری گرفت نہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کو جو چیز پسند آجائے اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور جو چیز ناپسند ہو اُس کی قیمت کم ہو جاتی ہے۔

انسان اپنے عمل کا وزن متعین نہیں کرسکتا :

انسان خود اپنے عمل کی اور اپنے درجہ کی قیمت ڈال لے اپنی حد مقرر کر لے اپنا وزن مقرر کر لے اس کا اختیار نہیں دیا گیا اور اگر کوئی ایسے کرتا ہے تو جو اُس نے نیکیاں کی ہیں وہ سب بے وزن ہو جائیں گی کیونکہ اُس نے اپنی نیکیوں کی قیمت خود ڈالنی شروع کردی اور خود اُن نیکیوں پر ناز شروع کر دیا یہ غلط ہے یہ نہیں کرسکتا۔

صحیح مقام۔نیکیاں بھی، استغفار بھی :

بس مقام صحیح یہی ہے کہ نیکیاں کرتا رہے استغفار بھی کرتا رہے اور خدا سے اُس کی رحمت کا طالب ہو اُس کی رضا کو طلب کرتا رہے۔ استغفار کرنے کی بات یہ ہے کہ آپ نماز پڑھتے ہیں جب سلام پھیرتے ہیں تو اس کے بعد جو حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے مختلف طریقے کرکے دکھائے ہیں نماز کے بعد ایک طریقہ یہ ہے کہ تین دفعہ استغفر اللہ کہے اور پھر اللّٰھم انت السّلام ومنک السّلام۔

عبادت کے بعد استغفار اور اس کی حکمت :

تو ابھی تو نماز کا سلام پھیرا ہے نماز تو خالص خدا کی عبادت ہے بلا شرکت غیر اور پھر استغفار کرتا ہے قرآن

پاک میں آتا ہے کہ کانو قلیلا من اللیل ما یھجعون ان کا دُنیا میں یہ حال تھا کہ یہ رات کو کم وقت آرام کرتے تھے رات کو کم سوئے اور عبادت میں رات گزاری اور صبح کو استغفار کرتے تھے تو استغفار کا جوڑ بظاہر تو یہ نظر آتا ہے کہ رات گناہ میں گزاری اور صبح استغفار کرتے ہیں یہ نہیں ہے بلکہ رات عبادت میں گزاری اور صبح استغفار کرتے ہیں وبالاسحارھم یستغفرون تو معلوم ہوا کہ انسان کا اصل مقام یہ ہے کہ وہ استغفار ہی کرتا رہے چاہے اس نے عبادت ہی کی ہو کیونکہ عبادت بھی کما حقہٗ نہیں ہوسکتی اس کا پورا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔

مثال سے وضاحت :

اگر کسی بڑے کے پاس آپ جائیں اور اس کے ادب و آداب پورے نہ کرسکیں تو یہ بھی ایک طرح کی کوتاہی ہو گی اور بادشاہوں کے ہاں پہلے زمانے میں یہ تھا کہ جو آدمی آتا تھا اُنہیں بادشاہ کی طرف دیکھنے کی اجازت ہوتی تھی اور دوسری طرف دیکھنا معیوب تھا آداب شاہی کے خلاف تھا اس حرکت پر اُس کو دربار سے اُٹھایا بھی جاسکتا تھا۔ تو انسان جب خدا کے سامنے پیش ہوتا ہے نماز پڑھتا ہے تو اس کا دل کبھی ادھر جارہا ہوتا ہے کبھی اُدھر جارہا ہوتا ہے سب طرح کی باتیں ذہن میں آتی رہتی ہیں جو چیز بھولا ہوا ہوتا ہے وہ بھی یاد آتی رہتی ہیں تو یہ حق تو نہیں ادا کررہا اور اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ جیسے ظاہر کو جانتا ہے ویسے باطن کو بھی جانتا ہے چاہے ظاہر کرو چاہے دل کے اندر بات ہو وہ ہر طرح سے جانتا ہے لہٰذا اس کا حق ادا نہیں ہوتا تو اس واسطے انسان کو جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا مقام سمجھادیا بتلادیا کہ بس تیرا مقام جو ہے وہ یہی ہے کہ تو عبادت بھی کرتا رہے نیکی بھی کرتا رہے اور استغفار بھی کرتا رہے اور نیکی پر بھروسہ مت کر صرف خداوند کریم کی رحمت پر نگاہ رکھ۔ یہ انسان کو بتلایا گیا، چاہے انسان گنہگار ہو چاہے انسان نیکوکار ہو، چاہے جاہل ہو اور چاہے وہ ہو جو سبق پڑھا ہوا ہے، سب کے لیے ایک ہی جیسی تعلیم ہے اور خدا کے لیے سب ایک جیسے ہیں جو عمل کرنا چاہیے وہ سب کو بتایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

فہم دین کورس اور حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم کو بہت بہت جزائے خیر دے جنہوں نے انتھک محنت کر کے فہم دین کورس کے۔ لیے کتابوں کو از سر نو مرتب و تصنیف کر کے اپنے استاد حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے حسب خواہش جگہ جگہ اس کے اجراء کا انتظام کیا ہے۔ جامعہ کے فضلاء بڑی محنت سے تشنگانِ علم کو سیراب کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اس کام کو پھر سے شروع ہوئے تقریباً دس برس ہو چکے ہیں اور بحمد اللہ جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ کی زیر سرپرستی دین کی یہ خدمت ملک کے اطراف واکناف میں تیزی سے پھیل رہی ہے۔ اس کورس کی تکمیل کرنے والوں کو جامعہ مدنیہ جدید کی طرف سے سند بھی جاری کی جاتی ہے۔ حال ہی میں حضرت مولانا مفتی عبدالرشید صاحب لدھیانویؒ کے قائم فرمودہ دارالافتاء والارشاد کے ذمہ دار حضرات نے بھی کچھ عرصہ سے اسی کورس کا کراچی میں اجراء کیا ہے۔ خدا کرے کہ یہ کورس عامۃ الناس کے احوال کی اصلاح کا سبب بن کر ہم سب کے لیے آخرت کا توشہ بن جائے۔ آج سے بائیس برس قبل حضرت اقدسؒ بانی جامعہ نے ''عرض احوال'' کے نام سے ایک تحریر قم بند فرمائی تھی۔ فہم دین کورس کے حوالہ سے اس کا ایک اقتباس بطور تبرک پیش خدمت ہے

..........دوسری طرف ضرورت ہے کہ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کے لیے مذہبی تعلیم کا مختصر نصاب رکھا جائے ابتدائی عربی، ترجمہ قرآن پاک، کچھ احادیث اور فقہ کی تعلیم دی جائے یہ پروگرام کم از کم ایک سال کا ہوگا اگر وہ ان ہی علوم کو علی وجہ البصیرت حاصل کرنا چاہیں تو یہ چار سالہ کورس پڑھ کر تکمیل کر سکیں گے..........

فہم دین کورس سے متعلق ضرب مومن میں گزشتہ ماہ مورخہ ۱۲ تا ۱۸ ر جولائی ۲۰۰۲ء کو ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کا ایک انٹرویو شائع ہوا تھا۔ اب انوار مدینہ کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

ضرب مومن: محترم مفتی صاحب! ہمارے قارئین کو اپنا مختصر تعارف کروائیے۔

جواب: میری پیدائش کراچی میں ۱۹۵۰ء میں ہوئی۔ ننھیال کراچی میں تھے، ددھیال لاہور میں تھے اس لیے عمر ساری لاہور میں گزاری۔ مقامی ہائی سکول سے سینئر کیمبرج اور پھر ایف ایس سی کی۔ ۱۹۷۴ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس پاس کیا، ایم بی بی ایس کے دوران عربی کی کچھ تعلیم حاصل کی، ایم بی بی ایس کے فوراً بعد جامعہ مدنیہ میں باقاعدہ داخلہ لیا اور ۱۹۸۳ء میں وفاق المدارس سے دورۂ حدیث کا امتحان پاس کیا، ۱۹۷۶ء میں دو سال کے لیے لازمی سروس کے طور پر فوج کے میڈیکل کور میں بطور کیپٹن کام کرنا پڑا لیکن پڑھائی کا سلسلہ کچھ نہ کچھ چلتا

فوج سے واپسی کے بعد لاہور ہی میں ایک ہسپتال میں ملازمت ملی جو تاحال جاری ہے۔ ۱۹۸۳ء سے جامعہ مدنیہ میں تدریس کا سلسلہ بھی جاری ہے جامعہ کے مفتی حضرت مولانا عبدالحمید صاحب اور ان کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالرشید صاحب سے افتاء کا علم سیکھا۔

ضرب مومن : آپ کو مفتی بھی کہا جاتا ہے اور ڈاکٹر بھی، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : ۱۹۷۴ء میں جب جامعہ مدنیہ میں پڑھنے کے لیے داخلہ لیا اس وقت چونکہ ایم بی بی ایس کر چکا تھا اس لیے جامعہ کے تمام طلبہ اور اساتذہ ڈاکٹر کہنے لگے اور پھر یہ شناخت بن گئی، بعد میں جب مولانا مفتی عبدالحمید صاحب مدظلہ نے علالت کے باعث افتاء کا کام چھوڑا تو جامعہ کی طرف سے یہ کام میرے سپرد ہوا اور اس طرح مفتی کہا جانے لگا۔

ضرب مومن : آپ کی موجودہ علمی اور اصلاحی مصروفیات آج کل کیا ہیں؟

جواب : افتاء میں تخصص کرانا، جامعہ کے چند دیگر اسباق کی تدریس اور افتاء کا کام، ان کے علاوہ وہ تصنیفی کام جس کی توفیق ہو جائے۔ اب تک تقریباً پندرہ کتب میرے قلم سے تالیف ہو چکی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں :

(۱) فہم دین کورس (درجہ عام) اسلامی عقائد، اصول دین، مسائل بہشتی زیور (دو حصوں میں)

(۲) فہم دین کورس (درجہ اعلیٰ) تفسیر فہم القرآن جلد اول (سورۃ فاتحہ تا سورہ نساء)، فہم حدیث جلد اول (زیر طبع)

(۳) مریض و معالج کے اسلامی احکام

(۴) سونا چاندی اور ان کے زیورات کے اسلامی احکام

(۵) دین کا کام کرنے والوں کے لیے چند ضروری باتیں

(۶) شرح احادیث حروف سبعہ اور تاریخ قراءت متواترہ

(۷) مروجہ مجالس ذکر و درود کی شرعی حیثیت

(۸) قرآن و حدیث سے عداوت کیوں؟

ضرب مومن : یہ کورس مرتب کرنے کا خیال آپ کو کیسے آیا؟

جواب : ہمارے جامعہ مدنیہ کے بانی اور مہتمم حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے ایک وقت یہ ترتیب رکھی تھی کہ کالج میں پڑھنے والے طلبہ کو مدرسہ میں اقامت دے کر ان کی دینی تعلیم و تربیت کی جائے۔ وہ سلسلہ بعد میں کسی وجہ سے منقطع ہو گیا۔ اپنی تدریسی زندگی کے ابتدائی زمانہ میں دنیاوی اعتبار سے بعض خوب پڑھے لکھے لوگ آئے اور عربی زبان سیکھنے کی خواہش ظاہر کی، ان کے لیے اس کا بندوبست کیا گیا لیکن یہ تجربہ ہوا کہ عام طور سے یہ حضرات دو یا

تین ماہ پڑھ کر اپنی دنیاوی مصروفیات کی بناء پر چھوڑ دیتے ہیں اور چونکہ عربی تو محض ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے اس لیے اس کے بند ہونے پر احساس ہوتا ہے کہ نتیجہ کے اعتبار سے پڑھنے پڑھانے والوں کی محنت ضائع ہوگئی اس لیے ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ اگر یہی حضرات دو تین مہینے دینیات سیکھتے تو فائدہ ہی فائدہ ہوتا۔ کوئی شخص اگر صرف ایک دن ہی آکر دین کا صرف ایک مسئلہ سیکھتا تو محنت ضائع تو نہ ہوتی۔ دینیات کے اصل حصے دو ہیں۔ عقائد اور عملی احکام۔ اس لیے ایک مضمون اسلامی عقائد کا ہوا اور دوسرا مضمون اسلامی مسائل کا ہوا۔ قرآن وحدیث تو ان کے دلائل ہیں، ان دلائل اور ان سے احکام کے استنباط سے متعلق کیا اصول ہیں؟ موجودہ دور کی گمراہیوں سے بچنے بچانے کے لیے ان کو بھی جاننا ضروری ہے اس لیے ''اسلامی اصول'' تیسرا مضمون بن گیا۔

ضربِ مومن : ازراہ کرم آپ اپنی مرتب کردہ تینوں کتب کا تعارف کروائیے؟

جواب : پہلے ہمارا خیال ہوا کہ اردو زبان میں ایسی کتابیں تلاش کریں جو ہماری ضرورت پوری کریں اور انداز درسی ہونے کے باوجود ایسا ہو کہ وہ جدید ذہن کے لیے قابل قبول ہو۔ مسائل کے لیے ہمارا خیال ہوا کہ مسائل بہشتی زیور کو لیتے ہیں اور کچھ دیگر جدید اور ضروری مسائل کے لیے ایک تتمہ کا اضافہ کرلیں گے لیکن پڑھانے کے دوران اندازہ ہوا کہ اول تو اس کی زبان میں بھی کچھ کاسمیٹک سرجری کرنی پڑے گی۔ دوسرے محض تتمہ کام نہ دے گا بلکہ از سرِنو ترتیب دینا ہوگی اس پر کام شروع کیا۔ دوسرا اپنا خیال تو یہ تھا کہ کتاب زیادہ ضخیم نہ ہو لیکن اپنے بعض ساتھیوں کے اصرار پر بہت سے مسائل کا اضافہ کرنا پڑا جس سے وہ مفتی بہ مسائل کی اچھی خاصی کتاب بن گئی چونکہ اصل بنیاد کتاب مسائل بہشتی زیور تھی اس لیے نئی کتاب کا نام بھی وہی رہا۔

عقائد کی مختلف کتابیں ہمارے سامنے آئیں اور ہم نے شروع میں عمدۃ الفقہ کا عقائد کا حصہ لیا لیکن ایک ہی دفعہ پڑھانے سے اندازہ ہوا کہ وہ نہ صرف یہ کہ ہماری ضرورت کو پورا نہیں کرتی بلکہ اس کا معیار بھی ہماری توقع کے مطابق نہ تھا اس لیے اس پر بھی محنت کرنی پڑی اور مختلف کتابوں سے ضروری مواد اکٹھا کر کے نئی کتاب ترتیب دی۔ پہلے ایڈیشن میں جو خامیاں رہ گئی تھیں یا جن غلطیوں کی بعض ساتھیوں نے نشاندہی کی ان کی اصلاح کر کے نیا ایڈیشن تیار کیا جو ''مجلس نشریات اسلام کراچی'' نے شائع کیا ہے۔

''اصول دین'' کے نام سے کتاب ابتداء ہی میں لکھی گئی اور معتبر حضرات کی کتابوں کو تسہیل اور تلخیص کر کے اس کی تالیف کی گئی۔ اس کے بھی دوسرے ایڈیشن میں ضروری اصلاحات کی گئیں مذکورہ بالا تین کتابوں پر مشتمل ''فہم دین کورس'' کا یہ درجہ عام ہے جو آج کے میڈیا دور میں ہم سمجھتے ہیں کہ ہر مسلمان مرد اور عورت کو پڑھنا اور سمجھنا ضروری ہے۔ اور

"طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم" کے تحت داخل ہے۔

عقائد اور اصول کی کتابوں کے بعض مباحث کو بعض پڑھنے پڑھانے والے غیر ضروری سمجھتے ہیں لیکن اول تو کوئی کورس مقرر کرنا ہو تو ایک ایک فرد کو لے کر مقرر نہیں کیا جاتا بلکہ ایک معاشرہ اور طبقہ کو سامنے رکھ کر مقرر کیا جاتا ہے۔ ہم نے اپنے سامنے دنیاوی اعتبار سے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی رکھا ہے لہٰذا ان کے ذہنوں میں اُٹھنے والے مسائل کو ذکر کرنا ضروری سمجھا گیا۔

درجہ عام کی کتابوں کی جب ترتیب بن گئی اگرچہ سب ابھی چھپی نہ تھیں کہ ذہن میں آیا کہ استحباب کے درجہ میں تفسیر اور حدیث کو ساتھ ملا لیا جائے اور اس کو فہم دین کورس کا اعلیٰ درجہ بنا دیا جائے تو اس سے اردو میں دینیات کی تعلیم مکمل ہو سکے گی لہٰذا اس پر کام شروع ہوا اور تفسیر "فہم القرآن" جو کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی مشہور تفسیر "بیان القرآن" کی تسہیل و تلخیص ہے اس کے سوا پانچ پاروں پر مشتمل پہلی جلد چھپ چکی ہے وہ چونکہ رواں تفسیر ہے اس لیے حاشیہ پر نمبر لگا کر تفسیری نکات لکھنے کی بہ نسبت زیادہ مفید نظر آئی ہے۔ ترجمہ میں کوشش کی ہے کہ لفظوں کا لحاظ بھی کرایا جا سکے۔

احادیث کو ہم نے دو قسموں پر تقسیم کیا ہے فقہی اور غیر فقہی۔ غیر فقہی موضوعات پر مشتمل احادیث کا مجموعہ چھپنے کے مراحل میں ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جلد دستیاب ہوگا۔

تفسیر ہو یا حدیث اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ جدید ذہنوں میں اُٹھنے والا کوئی اشکال ایسا نہ رہے کہ اس کا قابل قبول حل نہ لکھا گیا ہو۔ اس وقت فہم دین کورس کی تمام کتابیں مجلس نشریات اسلام کراچی کی جانب سے شائع کی جا رہی ہیں اور ہماری کسی بھی کتاب کے ساتھ ہمارے کسی قسم کے مالی مقاصد وابستہ نہیں ہیں۔

ضرب مومن : یہ کورس آپ نے کتنے عرصے میں مرتب کیا اور اب کہاں کہاں جاری ہے؟

جواب : اس کورس کے دونوں درجوں کی ترتیب میں تو دس سال لگ چکے ہیں اور ابھی تک سلسلہ جاری ہے کیونکہ معاملہ صرف ترتیب دینے کا نہیں بلکہ ان کتابوں سے متعلق اور بہت سے کام خود کرنے پڑتے ہیں۔ گزشتہ آٹھ نو سال سے یہ کورس لاہور کے مختلف علاقوں میں پڑھایا گیا ہے۔ جامعہ مدنیہ جدید کی طرف سے کورس مکمل کرنے والوں کو سند بھی جاری کی جاتی ہے (یاد رہے کہ جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ پر واقع ہے) اب تک سو سے کہیں زائد اسناد جاری کی جا چکی ہیں۔ اس وقت بھی لاہور میں میرے علم کی حد تک چار پانچ جگہ مردوں میں اور دو جگہ عورتوں میں یہ کورس جاری ہے اور یہ کورس ٹوبہ ٹیک سنگھ اور قصور میں بھی چل رہا ہے۔

ضرب مومن : اس کورس میں شریک شخص کے لیے کتنی علمی استعداد کی ضرورت ہے؟

جواب : ہمارا اندازہ ہے کہ اس کورس کو پڑھنے کے لیے کم از کم میٹرک پاس ہو یا کم تعلیم ہو لیکن زائد عمر والا ہو جس میں علم اخذ کرنے کی صلاحیت آچکی ہو۔

ضرب مومن : کیا آپ کے خیال میں اس کورس کے ذریعے عوام الناس کی دینی تعلیم کی ضرورت بطریق احسن پوری ہوسکتی ہے؟

جواب : خیال تو ایسا ہی ہے اور تجربے نے اس کی تصدیق کی ہے۔

ضرب مومن : جو علماء کرام اپنی مساجد میں اس کورس کو شروع کرنا چاہتے ہیں ان کی رہنمائی کے لیے آپ کیا فرمائیں گے؟

جواب : اس ضمن میں چند باتیں ہیں :

(۱) پہلی تو یہ کہ ان حضرات کو چاہیے کہ وہ پڑھانے سے پہلے کتاب کا مطالعہ اچھی طرح کرلیں محض اردو میں ہونے کی وجہ سے یہ نہ سمجھ لیں کہ مطالعہ کی ضرورت نہیں، صورت مسئلہ کو صحیح صحیح اور پوری گرفت کے ساتھ سمجھنا ضروری ہے۔

(۲) دوسری بات یہ کہ سبق کے دوران سبق سے خارجی اور غیر متعلقہ مباحث میں نہ لگیں۔

(۳) تیسری گزارش یہ کہ سبق کے دوران کسی اختلافی بحث میں نہ لگیں اصل بات کو مثبت انداز میں پیش کریں

(۴) چوتھی بات کہ پڑھنے والوں کی حوصلہ افزائی کریں۔ ان کے دل میں کوئی سوال ہو تو اس کو حل کریں۔ خواہ سبق سے متعلق ہو یا نہ ہو لیکن سبق سے غیر متعلق سوالوں کے جوابات سبق کے بعد دیں۔

(۵) ناغہ بالکل نہ کریں اگر کبھی واقعی بہت مجبوری ہو تو متبادل استاد کا انتظام ضرور کریں۔ اس بات کو ضرور ذہن میں رکھیں کہ پڑھانا آپ کا کام ہے اور آپ کی ذمہ داری اور ضرورت ہے، پڑھنے والوں کے اعتبار سے نہ سوچیں۔

(۶) پڑھنے والے کم ہوں تو مایوس نہ ہوں۔ ایک بھی پڑھنے والا ہوا تو محنت اسی طرح کریں جس طرح سو پڑھنے والوں پر کرتے ہیں۔ ایک طالب علم جو کچھ پوچھے اس کا جواب علی وجہ البصیرت معلوم ہو تو جواب دیں ورنہ برملا کہہ دیں کہ تحقیق کر کے بتائیں گے۔ ظاہر ہے کہ آپ کوئی انسائیکلوپیڈیا (دائرۃ المعارف) تو نہیں کہ ہر سوال کا جواب ہر وقت حاضر ہو۔ اٹکل سے کوئی جواب نہ دیں، کسی بھی طالب علم کے سوال کو حقیر نہ سمجھیں اور ہمدردی سے اس کی تسلی کرنے کی کوشش کریں جواب کی تحقیق خود نہ کر سکتے ہوں تو دیگر اچھے علماء سے پوچھ لیں۔

(۷) جتنا وقت طے ہے طالب علموں کو اس سے زیادہ ہرگز نہ بٹھائیں، بہتر ہے کہ چند منٹ پہلے ہی فارغ کر دیں۔ شرکاء جتنے بھی ہوں۔ آپ پوری دلجمعی سے پڑھائیں۔ آج ایک طالب علم ہے تو آپ کے اخلاص کی بدولت کل زیادہ بھی ہوسکتے ہیں۔

ضرب مومن : مفتی صاحب! آپ کا بہت بہت شکریہ۔

☆

باب : ۳		قسط : ۱۷

فہمِ حدیث

☆

نبوت و رسالت

﴿ حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب ﴾

جنت میں مومنین کو جو دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا اس وقت حجاب اُٹھا دیا جائیگا :

عن صهيب عن النبى ﷺ قال اذا دخل اهل الجنة الجنة قال يقول الله تبارك وتعالى تريدون شيئا ازيدكم فيقولون الم تبيض وجوهنا الم تدخلنا الجنة وتنجينا من النار قال فيكشف الحجاب فما اعطوا شيئا احب اليهم من النظر الى ربهم. (مسلم)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا جب جنتی جنت میں داخل ہو چکیں گے اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے (اے جنتیو!) تم کچھ اور چاہتے ہو جو میں تمہیں مزید دے دوں۔ جنتی کہیں گے (آپ نے تو ہمیں بہت کچھ دے دیا) آپ نے ہمارے چہرے روشن کر دیئے۔ ہم کو جنت میں داخل کر دیا اور ہم کو جہنم سے نجات دی (اب ہمیں مزید کیا چاہئے) اس وقت حجاب اُٹھا دیا جائے گا تو جنتیوں کو اپنے رب کے دیدار سے بڑھ کر کچھ محبوب نہ دیا گیا ہوگا۔

جنت میں داخلہ سے پہلے آنکھوں سے بلا حجاب دیدار ممکن نہیں اور نہ ہی ایسا دیدار معراج کے موقع پر نبی ﷺ کو حاصل ہوا :

عن مسروق قال كنت متكئا عند عائشة رضى الله عنها فقالت يا ابا عائشة ثلاث من تكلم بواحدة منهن فقد اعظم على الله الفرية قلت ماهن قالت من زعم ان محمدا رأى ربه فقد اعظم على الله الفرية قال وكنت متكئا فجلست

فقلت یا ام المؤمنین انظرینی ولا تعجلینی الم یقل اللّٰہ تعالیٰ ولقد راٰہ بالافق المبین ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ فقالت انا اول ھذہ الامۃ سأل عن ذلک رسول اللّٰہ ﷺ فقال انما ھو جبریل علیہ السلام لم ارہ علی صورتہ خلق علیھا غیر ھاتین المرتین رأیتہ منھبطا من السماء سادا عظم خلقہ مابین السماء الی الارض فقالت اولم تسمع ان اللّٰہ عزوجل یقول لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر اولم تسمع ان اللّٰہ یقول وما کان لبشر ان یکلمہ اللّٰہ الا وحیا اومن وراء حجاب او یرسل رسولا الی قولہ علی حکیم .(مسلم)

مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ٹیک لگائے بیٹھا تھا کہ انہوں نے (مجھ سے میری کنیت بولتے ہوئے) کہا اے ابو عائشہ (یعنی مسروق) تین باتیں ایسی ہیں کہ جو شخص ان میں سے کسی ایک کو بھی کہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا جھوٹ باندھا۔ کہتے ہیں میں نے پوچھا وہ (تین باتیں) کیا ہیں۔ انہوں نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو (بلا حجاب اپنی آنکھوں سے) دیکھا تو اس نے اللہ پر بڑا جھوٹ باندھا۔ کہتے ہیں میں ٹیک لگائے ہوئے تھا (یہ سن کر) میں سنبھل کر بیٹھ گیا اور کہا اے ام المومنین ذرا ٹھہریئے اور جلدی نہ کیجئے (کیونکہ مجھے آپ کی بات سے اتفاق نہیں ہو رہا) کیا خود اللہ تعالیٰ نے (قرآن پاک میں) نہیں فرمایا ولقد راٰہ بالافق المبین اور اس نے دیکھا ہے اس کو آسمان کے کھلے کنارہ کے پاس (سورۃ تکویر) اور ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ اور دیکھا ہے اس کو اترتے ہوئے ایک بار اور بھی (سورہ نجم)۔

حضرت عائشہؓ نے کہا اس امت مسلمہ میں سب سے پہلے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔ میں نے ان کو ان کی (اصلی) صورت میں جس پر وہ پیدا کئے گئے ہیں ان دو موقعوں کے علاوہ نہیں دیکھا۔ میں نے ان کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا۔ ان کی عظیم خلقت آسمان و زمین کے درمیان تمام جگہ کو گھیرے ہوئے تھی حضرت عائشہؓ نے کہا کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ قول نہیں سنا لا تدرکہ الابصار وھو یدرک البصار وھو اللطیف الخبیر (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرتیں وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے اور وہی باریک بین اور باخبر ہے) اور کیا تم نے یہ ارشاد الٰہی نہیں سنا وما کان لبشر ان یکلمۃ اللّٰہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا الی قولہ علی حکیم (اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اللہ اس سے باتیں کرے

مگر اشارہ سے یا پردہ کے پیچھے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا)...........(سورہ شوری : ۵۱)

عن مسروق قال سالت عائشة هل رای محمد ﷺ ربه فقالت سبحان الله لقد قف شعری لماقلت. (مسلم)

مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا۔ انہوں نے فرمایا سبحان اللہ (تعجب ہے تم نے کیا بات کہی۔ تم نے تو ایسی سخت بات کہی کہ) تمہاری بات کے خوف سے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں (رسول اللہ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو بلا حجاب ہرگز نہیں دیکھا)

عن ابی ذر قال سألت رسول الله ﷺ هل رأيت ربک قال نور انی اراه. (مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا آپ نے (معراج کے موقع پر) اپنے رب کو دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ (کا نور ذاتی) تو نور ہے میں اس کو (اپنی آنکھوں سے) کیسے دیکھ سکتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے نور ذاتی کو دل سے دیکھنا ممکن ہے :

دل سے دیکھنے سے مراد فقط علم کا حاصل ہونا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے کہ جیسے کوئی صورت آنکھوں میں آجاتی ہے ایسے ہی دل میں آجائے۔

عن عطاء عن ابن عباس قال راه بقلبه .(مسلم)

عطا رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کا دیدار اپنے قلب سے کیا۔

عن عطاء عن ابن عباس قال لم يره رسول الله ﷺ بعينه انما راه بقلبه. (ابن مردویہ)

عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا بلکہ صرف اپنے دل سے دیکھا۔

عن عكرمة عن ابن عباس قال رای محمد ربه قلت اليس الله يقول لا تدركه

الابصار وھو یدرک الابصار قال ویحک ذاک اذا تجلی بنورہ الذی ھو نورہ وقد رای ربہ مرتین.

(ترمذی)

عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔(اس پر) میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتے : **لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار** آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ارے یہ تو اس وقت ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے نور ذاتی کے ساتھ جلوہ افروز ہوں (اور معراج کے موقع پر اس کی نفی تو ہم بھی کرتے ہیں ہم تو اور طریقے سے یعنی دل سے دیکھنے کے قائل ہیں اور اسی طریقے سے) آپ ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حجاب نوری کو آنکھوں سے دیکھا :

عن عبداللّٰہ بن شقیق قال قلت لأ بی ذرلورأیت رسول اللّٰہ ﷺ لسألتہ فقال عن ای شیء کنت تسألہ قال کنت اسألہ ھل رأیت ربک قال ابو ذر قد سألتہ فقال رأیت نورا.

(مسلم)

عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے کہا اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہوتی تو میں نے آپ ﷺ سے ضرور پوچھا ہوتا۔انہوں نے پوچھا (ہاں بھئی) تم رسول اللہ ﷺ سے کیا بات پوچھتے ۔ میں نے کہا میں پوچھتا کہ کیا آپ (ﷺ) نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا (بھئی) یہ بات تو میں نے آپ ﷺ سے پوچھی تھی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے (اپنی آنکھوں سے) نور (کے حجاب) کو دیکھا تھا۔

(جاری ہے)

قسط : ۲

فرقہ واریت کیا ہے؟ اور کیوں ہے؟ اور سدباب کیا ہے؟

☆

حضرت مولانا منیر احمد صاحب
استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

فرقہ واریت کے مراکز :

عام طور پر تاثر یہ دیا ہے کہ اسلامی مدارس اور مساجد میں فرقہ واریت سکھائی جاتی ہے اور یہ فرقہ واریت کے مراکز ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم یہ وضاحت ضروری خیال کرتے ہیں کہ جن مدارس و مساجد میں کتاب وسنت کے سمجھنے کے لیے اکابرین اُمت اور ان کی تحقیقات پر اعتماد کا درس دیا جاتا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے کتاب اور کتاب وسنت میں وارد ہونے والے احکام شرعیہ کی جو تشریح و تحقیق صحابہ کرامؓ کے سامنے فرمائی اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔ صحابہ کرامؓ نے اس تشریح و تحقیق اور عملی مشاہدہ کے مطابق کتاب وسنت کے علم و عمل کو محفوظ کیا اور سرمو اس سے انحراف نہ کیا پھر خدا اور رسولِ خدا کی اس عظیم، مقدس، معتمد علیہ جماعت اس تشریح امانت کو علم و عمل کی صورت میں تابعینؒ کی طرف منتقل کیا۔ تابعین نے بھی علم و عمل کی اس امانت اور وراثتِ نبوت کو جوں کا توں محفوظ رکھا اور اسی کی علماً و عملاً تعلیم جاری رکھی، بالاخر تابعین کے دور کے آخیر میں ۱۲۱ھ سے ۱۵۰ کے دورانیہ میں علم و عمل کی اس امانت کو مدون کر دیا گیا، بعد میں پورے تواتر و تسلسل کے ساتھ احکام شریعت اور کتاب کی یہی تحقیق و تشریح ملت اسلامیہ میں چلتی رہی اور اسلامی حکومتوں میں بطور قانون نافذ رہی۔ پھر ہر زمانے کے نئے پیش آمدہ مسائل کو ماہرین شریعت یعنی مجتہدین اسلام کے طے کردہ اصولوں اور ان کے مدون کردہ اس تحقیقی و تشریحی علمی ورثہ کی روشنی میں حل کیا جاتا رہا۔ پس جن مدارس اسلامیہ میں کتاب وسنت کی تعلیم اس تحقیق و تشریح کے مطابق دی جاتی ہے جو عہدِ نبوت، عہدِ تابعین اور اس کے بعد کے ادوار میں محفوظ رہی ہے اور وہ اسی تحقیق و تشریحی کی بنیاد پر قائم ہیں، اسی متواتر و متوارث تحقیق و تشریح کو لے کر چل رہے ہیں اور اسی تحقیق کی حامل کتب ان کا نصاب درس ہیں نیز جن مدارس کے علم و تحقیق کا سلسلہ خیر القرون کے علم و تحقیق سے جڑا ہوا ہے اور جن کے علم و تحقیق کو جدیدیت کی بجائے تواتر و توارث کی سند

حاصل ہے وہ مدارس ہرگز ہرگز فرقہ واریت کے مرکز نہیں ہیں اور نہ ہی وہ علماء فرقہ واریت میں ملوث ہیں ۔جو اسلاف کی اسی متواتر و متوارث علمی تحقیق وتشریح کے وارث وامین ہیں اور وہ اس تحقیق وتشریح کے قدردان وعلم بردار ہیں، جس کو تحقیق من یا من کی تحقیق کی سفلی نسبت کی بجائے تحقیق سلفی کی نسبت حاصل ہو اور جو تحقیق اسلاف کی تحقیق سے متصادم ہو وہ اس سے بیزار ہیں ۔کتاب وسنت ان کا مقصد حیات ہے مگر ذہنی آوارگی اور باغیانہ ذہنی آلودگی کے ساتھ نہیں بلکہ اسلاف کی تحقیق وتشریح کے تحت اور یہی صراط مستقیم ہے ...... ہاں فرقہ واریت کے مراکز وہ مدارس ومساجد اور سکول ، کالج یونیورسٹی اور سرکاری و نیم سرکاری ادارے اور ان کے دفاتر ہیں جن میں عہد نبوت ، عہد صحابہ ، عہد تابعین سے پورے تواتر کے ساتھ علم وعمل کے راہ سے چلنے والی کتاب وسنت کی متواتر تحقیق کو تقلیدی شرک ، جہالت ، رجعت پسندی ، دقیانوسیت ذہنی غلامی ، تقلیدی ذہنی ، ذہنی جمود ، ملائیت ، مُلّا ازم ، فرسودہ خیالات کا مکروہ عنوان دیا جاتا ہے اور اس متواتر تحقیق پر پختگی کو بنیاد پرستی انتہا پسندی ، تنگ ظرفی ، ضد ، تعصب کہا جاتا ہے اور تاریخ اسلام کے تابناک ماضی ، سنہری دور یعنی زمانہ خیر القرون کو دور تاریکی اور جہالت ثانیہ کے اپنے اس تاریک دور کو علم وروشنی کا دور قرار دے کر اسلاف کی تحقیقات وتشریحات سے نفرت و بیزاری اور سرکشی وبغاوت کا ذہن پیدا کر کے اس حد تک باغیانہ ، متکبرانہ اور گستاخانہ ذہن اور انداز فکر پیدا کیا جاتا ہے اور اس قدر خود رائی ، انانیت اور غرور وتکبر بھر دیا جاتا ہے کہ پھر ایسے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت بڑے بڑے محققین علماء سلف ماہرین شریعت ان کو اپنے مقابلہ میں ہیچ نظر آتے ہیں ۔اس لیے وہ ان پر اعتماد کرنے کی بجائے ان کی کامل تحقیق کو اپنی ناقص جاہلانہ ، طفلانہ بلکہ مجنونانہ تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنا اور پرکھ کر ان کے علم وتحقیق پر تنقید ونکتہ چینی کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں اور ایسی تربیت کرنے والے اساتذہ کا وہ پروردہ بیٹا اور پالتو پٹھا بڑا ہی باکمال متصور ہوتا ہے جو ماہرین شریعت یعنی فقہاء امت اور مجتہدین اسلام کی پگڑیاں اچھالنے میں دلیر ہو اور اُن کی صحیح تحقیقات وتشریحات کو رد کر کے ان کے مقابلہ میں اپنے جاہلانہ اجتہادات اور اپنی خواہشاتی تحقیقات کو پُر فریب وپُر کشش عنوانات کے ساتھ عوام کو دھوکہ دینے کا ماہر ہو اور یہ جوہر جس میں جتنا زیادہ ہو وہ ان کی نظر میں اتنا زیادہ انعام واکرام کا مستحق ہوتا ہے اور وہ اتنا بڑا محقق شمار ہوتا ہے ، تقریباً ہر کالج و یونیورسٹی میں اس قسم کے جدید یئے کسی نہ کسی رنگ میں موجود ہیں جو ایک خاص انداز سے اپنی جدید تحقیقات کے پردہ میں فرقہ واریت کا تعفن پھیلا رہے ہیں ۔

راقم الحروف چند سال قبل گل گشت ملتان کی ایک مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ مسجد کے نمازیوں میں ایک خوش بخت نوجوان بھی تھا جو ہر نماز میں اذان ہوتے ہی مسجد میں پہنچ جاتا اور جماعت کے وقت تک نوافل اور تلاوت میں مشغول رہتا ، اس نوجوان پر مسجد کے سارے نمازی بڑے خوش تھے ۔اپنے بچوں کو نماز وتلاوت کا شوق دلانے کے لیے اس نوجوان کو بطور نمونہ پیش کرتے ۔لیکن ہوا یہ کہ وہ نوجوان رفتہ رفتہ سُست ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ کچھ

دنوں کے بعد مسجد سے بالکل غائب ہوگیا۔اس نوجوان کا گھر تو مجھے معلوم نہ تھا تاہم اس کی جستجو میں رہا، آخرایک دن سڑک پر کرکٹ کھیلتا ہوا نظر آ گیا، میں اس کے قریب ہوا علیک سلیک کے بعد میں نے پوچھا بیٹا آپ تو ہمارے پختہ نمازی تھے خیر تو ہے آپ کئی دنوں سے مسجد میں نہیں آرہے۔اس نے بڑی لاپرواہی سے جواب دیا جی بہت نمازیں پڑھ لیں، میں یہ جواب سن کر بہت پریشان ہوگیا کہ اتنا نیک صالح بچہ اور پختہ نمازی، اس کا دل نماز سے کیوں اچاٹ ہوگیا اور اس کے دل سے نماز کی محبت واہمیت کیوں نکل گئی؟ میں نے اس سے بات کرنا چاہی تو اس نے بات کرنا گوارانہ کیا، آخر میں نے اسے کہا بیٹا یا تو آپ کسی وقت میرے پاس آئیں یا مجھے بتادیں میں آپ کے پاس آجاؤں گا، وجہ تو بتادیں کہ آپ نے نماز کیوں چھوڑ دی۔اگر آپ کو کوئی نماز کے بارے میں شک وشبہہ ہے تو میں ہرممکن اس کو دور کرنے کی کوشش کروں گا مگر وہ اس کے لیے آمادہ نہ ہوا اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ میں کسی مولوی کی بات سننے کے لیے تیار نہیں۔میں نے مولویوں کی بہت باتیں سنی ہیں۔میں نے مسجد میں اس نوجوان کی بگڑی ہوئی حالت کو ذکر کیا تو پتہ چلا کہ یہ طالب کسی دوسرے شہر کا رہائشی ہے۔یہاں اس نے کالج میں داخلہ لیا ہے اور ایک کمیونسٹ پروفیسر صاحب اس کو مفت ٹیوشن پڑھاتے ہیں۔فرقہ واریت کے کرداراس پروفیسر کی تربیت کا نتیجہ ہے اور یہ بھی پتہ چلا کہ مذکورہ پروفیسر کئی نوجوانوں کو اسلام اور علماء اسلام سے بدظن کر کے گمراہ کر چکا ہے۔بہاولپور میں پروفیسر عبداللہ صاحب گزرے ہیں وہ فرقہ واریت پیدا کرنے کی ایک مشین تھی موصوف سرکاری ملازم ہونے کے باوجود وہ فرقہ واریت پر مبنی تبلیغی دورے کرتے، فرقہ وارانہ تقریریں کرتے اور مناظرے کرتے، فرقہ واریت کے شاہکار مختلف رسالے لکھتے اور چھپوا کر مفت تقسیم کرتے لیکن اپنی ملازمت کے تحفظ کے لیے نام ظاہر نہ کرتے لیکن ان کی وفات کے بعد پروفیسر عبدالغفار صاحب نے ان سب رسائل کا مجموعہ پروفیسر عبداللہ کے نام سے شائع کیا ہے نیز وہ اپنی کلاس میں فرقہ وارانہ مسائل پر کھل کر طلبہ کی ذہن سازی کرتے۔مزید فرقہ پھیلانے اور طلبہ میں فرقہ واریت کا زہر بھرنے کے لیے موصوف نے ایک پرائیویٹ عبداللہ حال بنارکھا تھا جہاں کالج کے طلبہ کو اپنے پاس رکھ کر ان کو فرقہ واریت کے لیے تیار کرتے۔چنانچہ موصوف کے شاگرد جہاں جہاں پہنچے ہوئے ہیں وہ وہاں اپنے استاذ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسی طرح فرقہ واریت پھیلا رہے ہیں۔سکول، کالج، یونیورسٹی اور دیگر سرکاری اداروں میں فرقہ واریت پھیلانے کے سینکڑوں واقعات ہیں اگر وہ سب لکھے جائیں تو داستان طویل ہو جائے گی پس وہ جدید محققین جو ایک طرف فرقہ واریت کی مذمت کرتے ہیں اور علماء کو فرقہ واریت کے حوالہ سے بدنام کرتے ہیں، بدنام کر کے اپنی محفلوں کی رونق بڑھاتے ہیں تو دوسری طرف کتاب وسنت کی جدید تشریح کر کے فرقہ واریت پھیلاتے ہیں۔ان کی حالت اس بڑھیا جیسی ہے جس نے باز کو دیکھ کر بڑا ترس کھایا تھا، اس نے کہا اس کی چونچ ٹیڑھی ہے بیچارہ کھاتا کیسے ہوگا؟ یہ کہا اور باز کی چونچ کاٹ دی۔پھر دیکھا کہ باز کے پَر بڑھے ہوئے ہیں بڑھیا کہنے لگی بڑے افسوس کی بات ہے آج تک کسی نے اس کی حجامت بھی نہیں بنائی، یہ کہہ کر اس کے پَر کاٹ ڈالے پھر جو نظر پڑی باز کے پنجوں پر تو آب دیدہ ہو کر کہنے

گی افسوس اس کے ناخن اتنے بڑھے ہوئے ہیں یہ تو اپنے آپ کو زخمی کر لیتا ہوگا کسی نے اس بیچارے کے ناخن بھی نہیں کاٹے یہ کہا اور باز کے ناخن بھی کاٹ کر رکھ دیئے ہیں۔ اس احمقانہ اور جاہلانہ خیر خواہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ پرندوں کا یہ بادشاہ عقابی نگاہوں کا مالک فلک بوس اڑان اُڑنے والا شہباز اب ایک مردہ کی طرح چڑیوں اور چیونٹیوں کے سامنے بے بس پڑا ہے۔ آج یہ جدید یئے یعنی جدید محققین اور اسلام کے جدید شارحین کتاب وسنت اور دین اسلام کے ساتھ ایسی ہی ہمدردی و خیر خواہی کر رہے ہیں یہ لوگ مذکورہ بالا نظریات باطلہ میں سے کسی نہ کسی باطل نظریہ کے داعی بن کر فرقہ واریت کو ختم کرنے کا دعویٰ کر کے مزید فرقے اور فرقہ واریت پیدا کر رہے ہیں۔

تاریخی شہادت :

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب برصغیر میں فرنگی حکومت کے خلاف تحریک آزادی چلی تو مسلمانوں کی قوت کو منتشر کرنے کے لیے عیار حکومت نے کچھ ضمیر فروش غدار افراد تلاش کئے، تلاش کر کے اپنے ان زرخرید غلاموں کے ذریعے جہاں مختلف مقاصد کی تکمیل کی وہاں مذہبی فرقہ واریت بھی پیدا کی۔ فرقہ واریت پیدا کر کے اس کو قانونی تحفظ دیا، طریقہ یہ اختیار کیا کہ پہلے حکومت کی جانب سے آزادی مذہب کا ایک اشتہار'' آزادی مذہب'' شائع کیا گیا یعنی کسی ایک مذہب کی پابندی لازم نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جدید محققین برساتی مینڈکوں کی طرح نکل آئے۔ اُنہوں نے کتاب وسنت کی نئی نئی تحقیقات وتشریحات کر کے کئی نئے مذاہب نکال لئے۔ دین میں تحریف اور فرقہ واریت کے اس فتنہ کو روکنے کے لیے علماء حقہ بھی ان کا تعاقب کرنے پر مجبور ہو گئے چنانچہ مسلمانوں کو متحد رکھنے کے لیے اور فرقہ واریت کے جال سے بچانے کے لیے اہل حق تقریر وتحریر کے ذریعے کتاب وسنت کی متواتر تحقیق وتشریح کے مطابق دین کا تحفظ کرتے رہے اور ان کے باطل مذاہب اور فرقہ واریت وفرقہ وارانہ نظریات کی حتی المقدور بیخ کنی کرتے رہے لیکن فرقہ واریت کو قانونی تحفظ حاصل ہونے کی وجہ سے فرقہ واریت کے یہ کردار انگریز سرکار کی طرف سے انعامات حاصل کرتے اور خطابات پاتے، ان کو روشن دماغ، جدید محققین، جدید مفکرین، تعلیم یافتہ کے نام سے مشہور کیا جاتا۔ جبکہ اتحاد کے علم بردار، وحدت امت داعی علماء حقہ کو باغی و غدار قرار دیا جاتا۔ فرقہ واریت پھیلانے اور فرقہ وارانہ تقریر کے الزام ظلم وستم کا نشانہ بنایا جاتا۔ چنانچہ اس اشتہار آزادی مذہب کا تذکرہ کرتے ہوئے غیر مقلد محدث ''نواب صدیق خان'' لکھتے ہیں :

> اور یہ لوگ (یعنی اہل حدیث) اپنے دین میں وہی آزادگی برتتے ہیں جس کا اشتہار بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا ہے خصوصاً دربار دہلی میں جو سب درباروں کا سردار ہے جو رسائل و مسائل رد تقلید و تقلید مذہب میں اب تک تالیف ہوئے وہ شاہد عدل ہیں اس بات پر کہ مدعی اس طریقہ کے قید مذہب خاص سے آزاد ہیں۔ اور جس قدر رسائل بجواب ان مسائل کے مقلدان مذہب کی طرف سے لکھے گئے ہیں وہ سب باآواز بلند پکارتے ہیں کہ ہم (یعنی مقلدین) مذہب

خاص کے مقید و مقلد ہیں۔ ہم پر پیروی فلاں وہما فرض و واجب ہے آزادگی سے کچھ واسطہ نہیں، یہ آزادگی سرکار برٹش کو یا ان کو جو اس حکومت میں اظہار اپنی آزادگی مذہب خاص کا کرتے ہیں مبارک رہے، اب تامل کرنا چاہئے کہ دشمن سرکار کا وہ ہوگا جو کسی قید (مذہب) میں اسیر ہے یا وہ ہوگا جو آزاد و فقیر ہے'' (ترجمان وہابیہ ص ۳۲)

دوسری جگہ لکھتے ہیں :

اگر کوئی بدخواہ و بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہوگا جو آزادگی مذہب کو ناپسند کرتا ہے اور ایک مذہب خاص پر جو باپ دادوں کے وقت سے چلا آتا ہے جما ہوا ہے'' (ترجمان وہابیہ ص ۵)

بس انگریز نے جو مسلمانوں میں ذہنی آوارگی پیدا کی اور متواتر کتاب وسنت کی تحقیق کو باپ دادا کا دین کہہ کر چھڑادیا یہ ہے فرقہ واریت کا اصل سبب۔

فرقہ واریت کا سدباب کیسے ؟

جب فرقہ واریت کی حقیقت اور فرقہ واریت کے سبب کی تشخیص ہو چکی تو اب اس پر غور کرنا چاہئے کہ فرقہ واریت کا سدباب کیا ہے؟ قارئین کرام! جب آپ حضرات معلوم کر چکے کہ فرقہ واریت کا سبب کتاب وسنت کی نئی نئی تشریحات ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ کتاب وسنت اور شریعت محمدیہ کی مکمل تشریح صدیوں پہلے ہو چکی ہے جس کو تابعین کے دور میں مدون کر دیا گیا تھا پھر وہ امت میں پورے تواتر کے ساتھ علم وعمل کی لائن سے چلتی رہی ہے اور اسلامی حکومتوں میں بطور قانون نافذ رہی ہے اور وہ اب تک محفوظ ہے اور اکثر دینی مدارس میں اسی تحقیق وتشریح کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے تو اب فرقہ واریت کو ختم کرنے کا طریقہ اور فرقہ واریت کے سدباب کا فارمولا تلاش کرنا کوئی مشکل امر نہیں رہا کہ جو حکومت واقعی فرقہ واریت کا خاتمہ چاہتی ہے محض علماء کے وقار کو مجروح کرنا، علماء سے عوام کو متنفر کرنا اور عوام میں اپنی مقبولیت پیدا کرنا مقصود نہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی حکومتی طاقت وقوت اور حکومتی اختیارات کے ذریعہ کتاب وسنت کی جدید تحقیقات اور جدید تشریحات کو بند کر کے سب کو اسی پہلی متواتر ومتوارث تحقیق وتشریح کا پابند کر دے کیونکہ جب کتاب وسنت کی تشریح ایک ہوگی تو پوری اُمت نہ سہی تو ملکی حد تک پوری قوم مذہبی یک جہتی کے رنگ میں رنگی جائے گی اور مذہبی اعتبار سے ایک ہو جائے گی۔ اور اگر خدانخواستہ ابتدائی طور پر ایک نہ بھی ہوگی تو فرقہ واریت کے وبائی مرض پر انشاء اللہ العزیز اٹھانوے فی صد کنٹرول ضرور ہو جائے گا پھر رفتہ رفتہ دو فی صد فرقہ واریت کا خاتمہ از خود ہو جائے گا، سو جو حکومت بھی فرقہ واریت کے ختم کرنے میں مخلص ہے اس کے لیے یہ اقدام ناگزیر ہے اور حکومت کے لیے یہ اصلاحی اقدام کرنا

کوئی مشکل نہیں ۔اگر یہ معاملہ وزارت مذہبی اُمور کے اختیار میں دے دیا جائے اور عدالتوں کو باقاعدہ مذہبی کیسوں کے سماعت و فیصلہ کا اختیار دے دیا جائے اور عدالت میں جو شخص بھی کتاب سنت کی متواتر و متوارث تحقیق و تشریح سے منحرف ثابت ہو جائے وہ فرقہ واریت کا مجرم ہے اس کو عدالت کی طرف سے قرار واقعی سزا مل جائے تو فرقہ واریت کے سوتے خود ہی خشک ہو جائیں گے اور فرقہ واریت کے غلیظ گڑھے ختم ہو جائیں گے۔

تاریخ اسلام کے ترقی یافتہ اور روشن دور میں اسلامی حکومتوں میں یہی دستور تھا چنانچہ امیر المؤمنین خلیفۃ الرسول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے مسلمہ کذاب جس نے نبوت محمدی کے مقابلہ میں اپنی جھوٹی نبوت کو دعوی کر رکھا تھا اور اپنی اچھی خاصی قوت تیار کر لی تھی کے ساتھ جہاد کر کے ستر قراء صحابہ کرام کی قیمتی جانیں قربان کر کے اس شجرہ خبیثہ کی جڑ کاٹ دی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس فتنہ کو دفن کر دیا۔امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی المرتضٰی کے دور میں خارجیوں کا فتنہ و فرقہ وجود میں آیا۔جنھوں نے اپنی جدید تحقیق اور جدید نظریات کی وجہ ایک نیا مذہب ایجاد کیا۔ان کا عقیدہ تھا کہ دینی معاملات میں کسی کو حکم بنانا کفر ہے اور جو آدمی اس عقیدہ سے اتفاق نہ کرے وہ کافر ہے اس کا خون بہا دینا مباح ہے۔یہ بھی ان کا عقیدہ تھا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر ہے۔یہ فرقہ بارہ ہزار کی تعداد میں تھا جب انہوں نے یہ مذہب ایجاد کر کے اس کو رواج دینا چاہا تو اولاً سیدنا علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بھیج کر ان کو سمجھایا ان کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا مگر یہ راہِ راست پر نہ آئے تو ثانیاً سیدنا علیؓ نے ان پر فوج کشی کی اور فوجی طاقت کے ذریعہ اس فتنہ کو کچل دیا گیا۔اس کے بعد اسلامی حکومتوں کے فرائض میں شامل تھا کہ وہ ملکی سرحدات کی طرح حدود اللہ یعنی حدود دین کی بھی حفاظت کریں اور اسلامی حکومتوں کے دور میں جب بھی کسی نے حدود دین کو پامال کیا اور کوئی نیا مذہب ایجاد کر کے اس کو رواج دینا چاہا اور کتاب و سنت کی متواتر و تحقیق و تشریح کے مقابلہ میں اپنی جدید تحقیق کا سکہ چلانا چاہا تو اسلامی حکومت پہلے مرحلہ میں علمائے اسلام کے ذریعے دلائل سے ان کو قائل و مطمئن کرنے کی کوشش کرتی اگر وہ مطمئن ہو کر توبہ کر لیتے تو ان کو معاف کر دیا جاتا اور اگر وہ اپنے ایجاد کردہ مذہب کے رواج دینے پر مصر ہوتے تو عدالت یا فوج کے ذریعہ ان کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جاتا۔

اس سلسلہ میں اگر ہم پاکستان کی تاریخ پر ایک نگاہ ڈالیں تو مزید شرح صدر ہو جائیگا انگریز کے دور میں ایک انگریزی نبی مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعوی کیا،حکومت کی پشت پناہی اور حکومتی وسائل کے بل بوتے پر انگریز کا یہ خود کاشتہ پودہ پروان چڑھتا رہا حتی کہ یہ خوب جڑ پکڑ گیا پھر پاکستان معرض وجود میں آیا تو قادیانی فرقہ اپنے مادی وسائل اور پاکستان کی بے دین یا بد دین حکومتوں کی بے حسی و بے غیرتی کی وجہ سے حکومت کے حساس اداروں اور کلیدی آسامیوں پر قابض ہو گیا اور قادیانی لوگ حکومت کے مختلف محکموں میں گھس گئے نتیجۃً یہ فرقہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا۔دوسری طرف مادی وسائل سے محروم اور حکومت کے معتوب ''علماء حق'' قادیانیت کے روپ میں پھیلنے والی فرقہ واریت کے خلاف دلائل

کی جنگ لڑتے رہے اور قادیانی فرقہ کی اسلام و پاکستان دشمنی کو طشت از بام کرتے رہے اور حکومت کے دروازہ پہ دستک دے کر حکومت کو آگاہ کرتے رہے اور مسلمانوں کو ملت اسلامیہ کے متواتر و مسلمہ عقیدہ ختم نبوت ونزول عیسیٰ علیہ السلام دلائل کے ساتھ سمجھاتے رہے۔ سمجھا کر اس فرقہ واریت سے بچانے اور سلف کے متواتر و متفقہ عقیدہ پر جمع رکھ کر مسلمانوں میں اتحاد کی فضاء برقرار رکھنے کی کوشش کرتے رہے لیکن بے دین، بے حس، بے شعور اور مفاد پرست حکومتوں نے غیر ملکی طاقتوں کا آلہ کار بن کر علماء حق کی طرف سے کی جانے والی اتحاد اور دعوت اتحاد کی عملی کوششوں کو فرقہ واریت کا عنوان دے کر علماء کو بدنام کیا اور اس فرقہ واریت کے خلاف کام کرنے کے جرم میں ہزاروں علماء اور مسلمانوں کو بڑی بے دردی کے ساتھ جیلوں میں بند کر کے ان کو اذیتیں پہنچائی گئیں اور ان پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے اور ہزاروں کو شہید کر دیا گیا یوں علماء کو فرقہ پرست اور فرقہ واریت کے مجرم قرار دے کر اصل فرقہ واریت کے جوہڑ پر پردہ ڈال دیا گیا لیکن علماء حق نے ہمت نہ ہاری وہ اُمت مسلمہ کے متواتر و متفقہ عقیدہ ختم نبوت اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کی طرف دعوت دے کر متحد رکھنے کی کوشش بھی کرتے رہے اور قادیانیت کو قومی وحدت اور قومی سلامتی کے خلاف سازش بھی قرار دیتے رہے۔ بالآخر شیخ الاسلام، فقیہ ملت، مفتی اعظم، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ اور وقت کے ابوذر، شہنشاہ سیاست سیف بے نیام شیر اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی کوششوں اور حجۃ الاسلام، سید السادات، محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان و امیر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی قیادت میں پوری پاکستانی قوم کی تحریک کے نتیجہ میں قادیانیت کا پرانا مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا۔ قادیانیوں کے پیشوا مرزا ناصر کو بھی قومی اسمبلی میں طلب کیا گیا۔ کئی روز تک بحث ہوتی رہی۔ المختصر اینکہ قومی اسمبلی میں قادیانیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ اس فیصلہ کے بعد پوری دنیا میں قادیانی فرقہ کی کمر ٹوٹ گئی اور ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی ہو گیا کہ جن علماء حق کو قادیانیت کے خلاف کام کرنے کی وجہ سے خاک وخون میں تڑپایا گیا یہ سراسر ظلم تھا اور یہ ظلم کرنے والے قیامت کے روز اللہ کے سامنے جواب دہ ہوں گے اور پتہ چل گیا کہ قادیانیت فرقہ واریت تھی اور جو علماء وعوام قادیانیت کے خلاف کام کر رہے تھے وہ درحقیقت فرقہ واریت کے خلاف کام تھا۔ ان کے مشن وکاز کی بنیاد اور اس کا نتیجہ فرقہ واریت کا خاتمہ تھا نہ کہ فرقہ واریت پھیلانا۔ اور قادیانیت کے خلاف ان کی تبلیغی ودعوتی مہم اتحاد اور دعوت کا مشن تھا۔ اس کے برعکس قادیانی فرقہ اور اس کے پشت پناہ فرقہ واریت کے پیکر اور فرقہ واریت کے مجرم، بہرکیف جب قومی اسمبلی نے یہ تاریخی فیصلہ کیا تو اس کا فرقہ واریت کا عروج زوال میں اور ترقی، پستی میں تبدیل ہو گئی اور کافی حد تک اس پر کنٹرول ہو گیا اور اگر اس فیصلہ پر پورا عمل درآمد ہوتا تو موجودہ حالت سے بھی صورت حال مختلف ہوتی جبکہ ہر حکومت غیر ملکی دباؤ کی وجہ سے اس فیصلہ کالعدم قرار دینے کی کوشش کرتی رہی لیکن اس کے باوجود فرقہ واریت ختم کرنے کے حوالہ سے نتیجہ حوصلہ افزا رہا ہے اسی طرح مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

کی کوششوں سے یوسف کذاب کا کیس لاہور کی عدالت میں زیر سماعت آیا عدالت نے کئی ماہ کی سماعت کے بعد اس کی سزا کا فیصلہ سنایا تو ہمیشہ کے لیے یوسف کا فتنہ اور اس کی طرف سے پھیلائی جانے والی فرقہ واریت کا خاتمہ ہوگیا۔ کراچی کے گوہر شاہی فرقہ کا کیس بھی عدالت میں زیر بحث آیا اس کے فرقہ وارانہ نظریات عدالت کے سامنے آئے تو عدالت نے اس کو بھی عقاید حقہ متواترہ سے انحراف کر کے اپنے نئے عقائد کفریہ کی بنیاد پر نیا مذہب اور نیا فرقہ نکالنے پر سزا کا حکم سنایا تو گوہر شاہی فتنہ یا گوہر شاہی فرقہ دفن ہوگیا...... کاش اگر میاں نواز شریف کے دور حکومت میں بھٹو اسمبلی کی طرح نواز اسمبلی بھی تحفظ ناموس صحابہ واہل بیت پاس کر کے قانون سازی کر دیتی یا کم از کم سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ میں فریقین کا موقف سن کر عدالت عالیہ کوئی مناسب فیصلہ کر دیتی محض فرقہ واریت قرار دے کر حکومت اپنی طاقت کے زور پر ظلم ڈھانے اور مسئلہ دبانے کی ریت اختیار نہ کرتی تو نہ لشکر جھنگوی بنتا، نہ سپاہ محمد وجود میں آتا۔ نہ شیعہ، سنی قتل وغارت ہوتی اور نہ ہی سپاہ صحابہ پر پابندی لگانی پڑتی کیونکہ سپاہ صحابہ کا اعلان تھا کہ اگر ناموس صحابہ واہل بیت کو قانونی تحفظ دے دیا جائے تو ہم سپاہ صحابہ کو ختم کر دیں گے......... لہذا جو حکومت بھی فرقہ واریت کو ختم کرنا چاہتی ہے اور ختم کرنا چاہیے تو وہ اولاً فرقہ واریت کی حقیقت کو سمجھے کہ فرقہ واریت ہے کیا؟ پھر فرقہ واریت کے مرتکب افراد کو نئے نظریات چھوڑ کر عقاید متواترہ کا پابند کیا جائے اگر وہ ان کے پابند نہ ہوں تو بذریعہ عدالت ان کو پابند سلاسل کر کے ان کو جیل میں بند کر دیا جائے تا کہ ساتھ ہی فرقہ واریت بھی بند ہو جائے۔ (جاری ہے)

بزرگان دین کی زیر سرپرستی اعلیٰ، عمدہ، فینسی جلد سازی کا عظیم الشان مرکز

حقانیہ بک بائنڈنگ ہاؤس

اعلیٰ، دیدہ زیب، نفیس بائنڈنگ
برصغیر کا عظیم اور قدیم جلد ساز ادارہ
جدید ٹیکنالوجی کا شاہکار
قیمتی وقت کے ضیاع سے بچیں

ہر قسم کی جلد مثلاً لیمینیشن، ڈائی دار، بکس والی خوبصورت جلد کے لئے تشریف لائیں
بازار سے بارعایت اور معیاری جلد سازی
مسودہ دے کر کتاب مکمل کروانے کا بندوبست

زیر سرپرستی: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہ

ہجویری پارک 3/10- ریٹی گن روڈ لاہور۔ فون رہائش: 7662538۔ فون: 7355447
موبائل: 0320-4835144

دار العلوم دیوبند ۔ حقائق ۔ تاریخ
اور مولانا شاہ احمد نورانی کی غلط فہمی

☆

﴿ مولانا محمد اسعد صاحب تھانوی ﴾

مولانا شاہ احمد نورانی پاکستان کی سیاسی تاریخ میں ۱۹۷۰ء کی دہائی میں ایک اعتدال پسند بریلوی مسلک کے سیاستدان بن کر اُبھرے اور ملک میں شہرت پائی ۔ مولانا مفتی محمودؒ کی قیادت میں نظام مصطفیٰ کی تحریک میں شریک رہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے دیوبندی مسلک کو پاکستان بننے سے قبل اور پاکستان بننے کے بعد بہت قریب سے دیکھا لیکن جنگ کے میگزین تاریخ ۳؍مارچ ۲۰۰۲ء میں انہوں نے دار العلوم دیوبند کے متعلق غلط زبان استعمال کرتے ہوئے یہ کہنے کی جرأت کہ دار العلوم دیوبند کو انگریزوں نے قائم کیا اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے اور تاریخی ریکارڈ درست کرنے کے لیے اس بات کا منظر عام پر لایا جانا انتہائی ضروری ہے کہ دار العلوم دیوبند کا قیام ہی انگریز کی مخالفت اور اس کو متحدہ ہندوستان سے نکالنے کی ایک کڑی ہے۔ دار العلوم دیوبند کی بنیاد اہل اللہ نے رکھی اور معرکہ حق و باطل میں شکست دینے کا سہرا بھی دار العلوم دیوبن کے فرزندوں کے سر پر سجا۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ۱۶۰۰ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنا منحوس قدم ہندوستان پر رکھا اور عیسائیت کو فروغ دینے کے لیے اور لوگوں کو مرتد بنانے کے لیے کام شروع کیا اور چند علماء سوء کو خرید کر جہاد کے خلاف فتویٰ دلوانے کی کوشش کی۔ ۱۸۵۷ء کے وقت ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان کے بڑے حصے پر قابو پا چکی تھی اور اس سلسلے میں عیسائی مشنری کو اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم دے کر ہندوستان بھیجا جاتا تھا۔ اسی پروگرام کے تحت سر ولیم میور کو آگرہ و اودھ کا گورنر بنا کر بھیجا گیا جس نے اپنی ملازمت کے دوران لائف آف محمد، کتاب خلافت اور شہادتِ قرآنی جیسی دین دشمن کتابیں لکھیں۔ دار العلوم دیوبند سے اسی وقت احیائے اسلام کی عظیم تحریک اُٹھی جس نے صوبہ بنگال، صوبہ مدراس جہاں پر عیسائیت کا پرچار کیا جا رہا تھا ان کو للکارا اور ان کے خلاف علمائے دیوبند کے دستے نے ایسٹ انڈیا کمپنی اور عیسائیت کے خلاف تحریک چلا کر کروڑوں مسلمانوں کو نہ صرف عیسائی ہونے سے بچالیا بلکہ ان کے زور کو توڑنے کے لیے انگریز سے ٹکر لی۔

دار العلوم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے ہم عصر مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ

نے سب سے پہلے ۱۸۵۴ء میں آگرہ میں مجمع عام کے سامنے مناظرہ کرکے پادری ٹنڈر کو شکست فاش دے کر اسلام کی حقانیت ثابت کی جس کا تفصیلی ذکر ۱۸۵۵ء میں احیائے اسلام کی عظیم تحریک سے پتہ چلتا ہے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے ازالۃ الاوھام، ازالۃ الشکوک، اعجاز عیسوی، تقلیب المطاعن اور اظہار الحق اور ایسی بہت سی کتابیں تحریر کیں جس پر اس وقت ٹائمز آف لندن نے یہ تبصرہ کیا کہ اگر ان کتابوں کو لوگ پڑھتے رہے تو عیسائی مذہب کی ترقی ناممکن ہو جائے گی۔ اسی لیے مولانا رحمت اللہ کیرانوی کو انگریز حکومت نے غدار کا الزام لگا کر پھانسی کا حکم دیا لیکن وہ کسی طرح مکۃ المکرمہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور ۱۳۰۸ھ میں وہیں انتقال ہوا۔ اس کے بعد مولانا قاسم نانوتوی، مولانا عبدالمجید، مولانا ابوالمنصور دہلوی اور مولانا محمد علی مراد آبادی عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں آئے اور ۱۸۷۶ء اور ۱۸۷۷ء میں عیسائی پادریوں سے مناظرہ کیا جو تاریخ میں ''میلہ خداشناسی شاہجہان پور'' کے نام سے مشہور ہے۔ انہی کی وجہ سے مسلمانان ہند کو انگریز کی غلامی اور عیسائیوں کی شر انگیزی سے نجات ملی۔

مولانا نانوتویؒ کی کتاب حجۃ الاسلام نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ اسلام کی شمع گل کرنے کے لیے انگریزوں نے علمائے حق کے مقابلے میں درباری ملاؤں کو خریدنا شروع کیا۔ انہی حالات کی وجہ سے ۱۵۸۲ء میں اکبر نے سجدۂ تعظیمی کو ضروری قرار دیا اور انگریز کو ہند میں رہنے کی اجازت دی۔ انگریز کی سازش کے تحت میر جعفر نے ۱۷۵۷ء میں پلاسی کے مقام پر سلطان کو شہید کیا اور سلطان ٹیپو کے سپہ سالار میر صادق نے ۱۷۹۹ء میں میسور کے مقام پر سلطان کو ابدی نیند سلا دیا۔ اسی انگریز کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے اسلام کے خلاف غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا گیا۔ بعض علماء نے ۱۹۱۶ء میں ترکوں کے خلاف فتویٰ دیا اور اکابرین دیوبند کی تکفیر کی گئی۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ایک کتاب لکھ کر دجل و فریب کو ظاہر کیا۔ ۱۸۵۷ء میں کیپٹن ہڈسن اور جنرل ولسن کی وجہ سے پورے ہندوستان پر انگریز کا قبضہ ہوا۔ بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کرکے ان کے شہزادوں کو قتل کیا گیا۔ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ مفسر قرآن شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور مولانا عزیر گل اور شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی فرزندان دیوبند اسیر مالٹا ہوئے۔ اسی طرح تبلیغی جماعت کا قیام حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے ہاتھوں معرض وجود میں آیا۔ جس کو شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نے آگے بڑھایا اور مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

تاریخ کے مطابق ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں تیرہ ہزار ممتاز اور جید علماء اور ۵۲ ہزار عام علماء کو قتل کیا گیا، چھ لاکھ افراد کا خون بہایا گیا جس میں مجموعی طور پر ۲۷ لاکھ جانیں ضائع ہوئیں۔ جس کا ذکر ایڈورڈ ٹامسن صفحہ نمبر ۴۸۰ حکومت خود اختیاری صفحہ ۴۲ اور مسلمان مجاہدین صفحہ نمبر ۲۴۰ پر موجود ہے۔ مجدد الف ثانی نے اکبر کے سامنے کلمہ حق بلند کیا۔ شاہ عبدالعزیز نے ۱۸۰۳ء میں انگریز کے خلاف فتویٰ جاری کیا۔ شاہ اسماعیل شہید نے جنوری ۱۸۲۶ء کو جہادی تحریک کی

قیادت کی اور چارسدہ پشاور پہنچ گئے اور ۱۸۲۷ء میں چارسدہ میں اسلامی حکومت کا اعلان کیا گیا۔ ۱۸۲۹ء میں پشاور فتح ہوا۔ ۱۸۳۱ء میں اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ شاہ اسماعیل شہید مئی ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ کے میدان میں شہید ہوگئے۔ مولانا محمد قاسم پانی پتی، مولانا سید نصیر الدین، مولانا محمد جعفر، مولانا عبدالرحیم، مولانا ولایت علی، مولانا عنایت علی، مولانا اکبر علی اور مولانا مبارک علی وغیرہ نے انگریز کے خلاف کارروائی جاری رکھی جس کی وجہ سے ان کو قید کی سزا دی گئی۔ ۱۸۵۷ء میں اکابرین دیوبند نے انگریز کے خلاف جہاد فرض ہونے کا فتویٰ دیا۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی قیادت میں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی اور حافظ ضامن صاحب نے انگریزی فوج کے خلاف تھانہ بھون میں جنگ لڑی اور اس پر قبضہ کر کے اسلامی حکومت کا اعلان کیا اور شاملی کے میدان میں لڑتے ہوئے حافظ ضامن صاحب شہید ہوئے۔ اس مقدس جہاد میں ایک ہزار مجاہدین شہید ہوئے۔

ڈاکٹر ولیم ولسن علماءِ دیوبند کے خلاف زہر اُگلتے ہوئے لکھتا ہے کہ ۱۸۵۰ سے لے کر ۱۸۶۰ء تک ۶۰ ہزار سے زیادہ فوج اور ان کے ساتھیوں نے علماء دیوبند کا مقابلہ کیا لیکن وہ ان کو کسی طرح سے بھی زیر نہ کر سکے اور لکھتا ہے کہ جب ہم نے ملک چھوڑا تو جگہ جگہ برطانیہ کے سپاہیوں کی قبریں موجود تھیں۔ انگریزوں کے خلاف ان تمام مہمات میں جس میں ریشمی رومال کی تحریک، خلافت کی تحریک اور بعد میں ختم نبوت کی تحریک شامل ہے، کہیں بھی علماء بریلویت کا نہ کوئی نام ہے اور نہ کوئی کردار جبکہ مولانا نانوتویؒ نے دارالعلوم دیوبند کے قیام سے قبل یہ خواب دیکھا تھا کہ وہ خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھے ہیں اور کوفہ کی طرف ان کا منہ ہے اور ایک نہر ان کے پاؤں سے ٹکرا رہی ہے۔ مولانا محمد یعقوب نے اس کی تعبیر دی کہ آپ سے مذہب حنفی کو تقویت ملے گی، خوب شہرت ہوگی لیکن جلد ہی وصال ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنیؒ جو کہ خود دارالعلوم دیوبند کے فرزند تھے ان کا مقصد کانگریس میں رہتے ہوئے صرف اور صرف انگریز کو ہندوستان سے نکالنا تھا۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا ختم نبوت میں یہی کردار تھا کہ انگریز کے پیدا کردہ قادیانی مذاہب کو ختم کیا جائے۔

پاکستان بنانے کے لیے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ السلام مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد تھانوی، مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا محمد احمد تھانوی کو مسلم لیگ کے ساتھ مل کر پاکستان بنانے کے لیے مقرر کیا تھا جبکہ مولانا شبیر احمد عثمانی نے مغربی پاکستان میں قیام پاکستان کا جھنڈا لہرایا اور مولانا ظفر احمد تھانوی نے مشرقی پاکستان میں پاکستان کے قیام کا جھنڈا لہرایا اس کے علاوہ علامہ شبیر احمد عثمانی نے دستور ساز اسمبلی کے ممبر کی حیثیت سے جن اسلامی قوانین کو آئین کا حصہ بنایا وہ جب تک پاکستان قائم رہے گا اس کا حصہ رہے گا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے قائداعظم محمد علی جناح کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ مولانا احتشام الحق تھانوی خطیب پاکستان کہلائے گئے۔ مولانا محمد احمد تھانوی اندرونِ سندھ اور بالائے سندھ کے ممتاز عالم دین اور خطیب قرار پائے۔ دارالعلوم دیوبند کے فارغ شدہ لاکھوں علماء اور ان کے

شاگردوں نے دارالعلوم کے قیام سے اب تک ڈیڑھ سو سال میں پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، ساؤتھ افریقہ، انگلینڈ اور امریکہ سمیت تقریباً پوری دنیا کے مسلمانوں میں حضور نبی اکرم ﷺ کے علوم اور ان کی سنتوں کی ترویج و اشاعت کا کام بطریق احسن انجام دیا ہے۔ قرآن پاک کی تفسیر، حدیث نبوی ﷺ کی تشریح اور علوم و افکارِ اسلامیہ پر مشتمل کتابیں تصنیف کی ہیں جو عالم اسلام سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

میرا تعلق براہ راست حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے نصبی طور پر ہے اس لیے میری یہ ذمہ داری ہے کہ میں حقائق کے ساتھ مولانا شاہ احمد نورانی کی تحریر کا جواب دوں تاکہ قارئین کو اس غلط بیانی اور حقائق کو مسخ کرنے کا اندازہ ہو جائے جو مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنی عمر کے آخری حصے میں کیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ اس تحریر سے کیا مفاد اور کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں یا کسی کی خوشنودی کے لیے یہ کسی کے اشارے پر انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف یہ شوشہ چھوڑا جبکہ ملک اس وقت نازک ترین حالات سے گزر رہا ہے اور مولانا شاہ احمد نورانی جیسے معتدل سیاستدان اور عالم دین سے یہ نہیں کی اُمید جا سکتی تھی کہ جب پاکستان میں اتحاد، اتفاق، رواداری، محبت، خلوص، باہمی ہم آہنگی کی ضرورت ہو تو ایسے وقت میں وہ کون سے لوگوں کی خدمت کر کے کوئی مقام یا تمغہ حاصل کرنا چاہے ہیں۔ یہ میں پاکستان کے عوام پر چھوڑتا ہوں کہ ان حقائق کی روشنی میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

☆

بزرگانِ دین کی زیرِ سرپرستی اعلیٰ، عمدہ، فینسی جلد سازی کا عظیم الشان مرکز
مدنی بک بائنڈنگ ہاؤس
جدید ٹیکنالوجی کا شاہکار اعلیٰ، دیدہ زیب، نفیس بائینڈنگ
برصغیر کا عظیم اور قدیم جلد ساز ادارہ
ہر قسم کی جلد مثلاً لیمینیشن، ڈائی دار، بکس والی خوبصورت جلد کے لئے تشریف لائیں
بازار سے بارعایت اور معیاری جلد سازی
زیر سرپرستی: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہ
43- بابا فرید روڈ نزد بریڈے ہال، فون: 7238252

انسانیت کے خلاف جرائم
واجپائی اور مودی پر برطانیہ، بلجیم اور ہیگ میں مقدمات دائر کیے جائیں گے

لندن۔ گجرات کے حالیہ فسادات کے مسئلے پر غور وخوض کے لیے ورلڈ اسلامک فورم کے چیئرمین مولانا عیسٰی منصوری کی دعوت پر نارتھ لندن میں انڈین مسلم کونسل ہال میں ایک نمائندہ اجلاس منعقد ہوا جس میں بھارت کے تمام مکاتبِ فکر اہل تشیع دیو بندی بریلوی اہل حدیث کے راہنماؤں اور مختلف طبقات کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اجلاس کی صدارت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی نے کی۔ مسلم کونسل کے سیکرٹری مناف زینا نے کہا دو ماہ قبل گجرات میں مسلمانوں کے قتلِ عام کے وقت بھارتی مسلمانوں کا تحفظ اور ہر قسم کی امداد کے لیے برطانیہ سطح پر یہ کونسل قائم کی گئی ہے۔ دو ہفتے پہلے اس کونسل نے گجرات کے فسادات کے حقائق پر مشتمل خبر نامہ شائع کیا، نیز بھارتی سفیر اور برطانوی وزیر داخلہ سے ملاقاتیں کیں اور یہاں کے نیشنل میڈیا میں آواز بلند کی۔ ورلڈ اسلامک فورم کے چیئرمین مولانا محمد عیسی منصوری نے ہندو دہشت گردی کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا بھارت میں ہماری جنگ ہندو سے نہیں بلکہ فرقہ پرست اقلیت دشمن سنگھ پری وار سے ہے۔ بھارت میں ہمیشہ سے اونچی ذات کہلانیوالے نسل پرستوں کا ایک تنگ نظر اور اسلام دشمن عنصر رہا ہے، انہوں نے منظم ہو کر بھارت کو کٹر ہندو راشٹر یا بنانے کے لیے بھارت کی اقلیتوں کو دہشت زدہ کرنے اور انہیں جسمانی، اقتصادی اور سماجی طور پر ختم کرنے کی پالیسی اختیار کی ہے۔ آر ایس ایس، بی جے پی اور وشو ہندو پریشد انہی نسل پرست انسان دشمن طبقے کی نمائندہ ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ بھارت کے دیگر مذاہب کو ختم کر کے اسے خالص ہندو راشٹر یا بنایا جائے۔ احمد آباد و گجرات کے حالیہ فسادات میں مسلمانوں کیساتھ جو کچھ ہو رہا ہے یہی سب کچھ بلکہ اس کے دسوں گناہ زیادہ تقریباً ڈھائی سو سال پہلے موجودہ سنگھ پری وار کے گڑھ مہاراشٹر سے مرہٹہ گروی کے تحت شروع کیا تھا۔ اس وقت بھی ان کے عزائم مسلمانوں کو ختم کر کے مٹھی بھر اونچی ذات کے نسل کا راج قائم کرنا تھا۔ قریب تھا کہ اس وقت ہی یہ اپنے ناپاک و مذموم مقاصد میں کامیاب ہو جاتے مگر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تدابیر اور غازی احمد شاہ ابدالیؒ کی ملت غیرت کے سبب پانی پت کے میدان میں ان نسل پرستوں کے ناپاک عزائم خاک میں مل گئے۔ اس کے بعد انگریز کے دور میں ان لوگوں نے اپنی حکمت عملی تبدیل کی انگریز کے پورے دور شباب میں یہ انگریز کے تلوے چاٹتے رہے اور جنگ آزادی کے

مودی اور ان کی کیبنٹ، وزیر اعظم واجپائی اور وزیر داخلہ ایڈوانی برابر کے شریک ہیں۔ بھارت کے انسانی حقوق کمیشن اور امریکہ، یورپین یونین اور برطانیہ کی تحقیقاتی رپورٹیں آچکی ہیں کہ وہاں بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کے ساتھ ایسے لرزہ خیز مظالم ہوئے جن کے سامنے ہٹلر اور مسولینی کے مظالم بھی ہیچ ہیں۔ ظفر سوریش والا نے کہا اگرچہ احمد آباد میں گزشتہ تین دہائیوں سے برابر فسادات ہوتے رہے ہیں مگر پہلی بار وہاں مسلمانوں کا مورال و حوصلہ ٹوٹ گیا ہے۔ وہ خود کو مکمل بے بس محسوس کر رہے ہیں۔ انہوں نے تفصیل سے ان کوششوں کا ذکر کیا جو اب تک یہاں انہوں نے اور احمد آباد گجرات میں ان کے ساتھیوں نے کیا۔ برطانیہ، بلجیم، ہالینڈ اور امریکی انسانی حقوق کے وفود اور برطانوی اور مغربی ممالک کے اخبارات اور میڈیا کے نمائندوں کو صحیح مقامات دکھائے گئے اور انہیں ان مظلوم خواتین سے ملوایا گیا جن کے ساتھ بے انتہا درندگی کی گئی تھی۔ جس کے نتیجے میں الحمد للہ مبنی بر حقیقت اور مثبت رپورٹیں آئیں جس سے بھارت کی بی جے پی حکومت بوکھلا اُٹھی۔ اب ہمیں ان مجرموں کو عدالت کے کٹہرے میں لانا ہے۔ پولیس کی بڑی تعداد آر ایس ایس کے زہریلے پروپیگنڈے کا شکار اور اقلیت دشمن ہے۔ اس نے سینکڑوں بے قصور مسلمان بچوں کو گھروں میں گھس کر گرفتار کر کے ان پر جھوٹے مقدمات قائم کر دیئے ہیں۔ ہمیں ان بے قصور بچوں کے لیے وکیل کھڑے کرنے ہیں، قابل ترین وکلاء کا ایک پینل قائم کر دیا گیا ہے جن کے سربراہ مجید میمن سے ہمارا مسلسل رابطہ ہے۔ بھارت کی سپریم کورٹ میں ریاستی اور انتظامیہ کا خلاف اب تک چار پٹیشن فائل ہو چکی ہیں، سپریم کورٹ میں ہمیں انصاف کے حصول تک لڑنا ہے۔ احمد آباد میں صحیح حقائق کو سامنے لانے کے لیے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے سابق جج پر مشتمل آزاد انکوائری کمیشن نے کام شروع کر دیا ہے۔ ظفر سوریش والا نے کہا یہ ہندو مسلم مسئلہ نہیں بلکہ انسانیت کا مسئلہ ہے۔ گجرات اور مرکزی حکومت انسانیت کی مجرم ہے، ان قاتلوں اور دہشت گرد مجرموں کو ننگا کرنے، ان کے جرائم کے ثبوت اکٹھا کرنے، میڈیا میں ان کے خلاف آواز اُٹھانے اور ان کو عدالت کے کٹہرے میں لانے کا کام کرنے والوں میں نوے فیصد غیر مسلم بھائی ہیں جو انسانیت اور انسان کے شرف پر یقین رکھتے ہیں اور جو سمجھتے ہیں کہ سنگھ پری وار کی درندگی اور دہشت گردی کی وجہ سے ملک کی بقا کو حقیقی معنوں میں خطرات لاحق ہو چکے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ قابل تعریف اور نمایاں کام کوم بیٹ اگنیس کمیونیزم کی فرقہ پرستی کے خلاف جنگ، فلموں کے معروف ڈائریکٹر مہیش بھٹ اور شبانہ اعظمی وغیرہ نے کیا ان لوگوں نے گزشتہ ہفتے دہلی میں سینکڑوں ممبران پارلیمنٹ، سوشل ورکر اور مختلف طبقات کے نمائندوں اور دنیا بھر کے میڈیا کے سامنے درندگی اور جرائم کی ویڈیو فلم دکھائی اور گجرات کی ریاستی حکومت کے جرائم میں شرکت کے ثبوت پیش کیے۔ ظفر سوریش والا نے کہا میں نے گزشتہ دنوں امریکہ میں سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کانگریس کے ممبران، سینٹر، زامریکی سفراء اور انسانی حقوق کی تنظیموں کے سامنے سنگھ پریوار کی درندگی کی ویڈیو فلم اور رپورٹیں پیش کیں اور وائس آف امریکہ سے اردو ہندی اور انگریزی میں انٹرویو اور

مجاہدین کی جاسوسی کرتے رہے۔ بھارت کے موجودہ بی جے پی کے وزیر اعظم مسٹر واجپائی کا ریکارڈ بتاتا ہے کہ وہ بھی برطانوی دور میں مجاہدین آزادی کی مخبری کرتے رہے ہیں ۔۱۹۲۴ء میں یہ انسانیت دشمن گروہ آر ایس ایس کے نام سے منظم ہوگیا۔ آر ایس ایس کا بنیادی فلسفہ بھارت کی اقلیتوں کو جبراً ہندو بنانا یا دہشت گردی پھیلا کر انہیں ملک چھوڑنے پر مجبور کرنا ہے یا تیسرے درجے کا شہری بنا کر غلاموں کی طرح ہندوؤں کے رحم و کرم پر رکھنا ہے۔ بی جے پی وشو ہندو پریشد اور بجرنگ دل وغیرہ میں ایس پی آر ایس ایس کی ذیلی شاخیں ہیں اور ان کا مشن یہ ہے کہ عام ہندوؤں میں مسلمانوں، کرسچین اور دیگر اقلیتوں کے خلاف نفرت بھڑکا کر ہر ہندو کو جانور اور وحشی درندہ بنا دیا جائے۔ اس کام کے لیے انہوں نے گجرات کو ایک تجربہ گاہ بنایا ہے، وہ یہی سب کچھ پورے بھارت میں کرنے کے عزائم رکھتے ہیں۔ بھارت کی تین ہزار سالہ تاریخ گواہ ہے کہ ان لوگوں نے ہمیشہ اس شخص کو قتل کیا جس نے انسانیت، مساوات اور انسانی شرف کی بات کی، مہاتما بدھ سے مہاتما گاندھی تک تاریخ شاہد ہے۔ مولانا منصوری نے کہا اگر چہ ماضی میں ساؤتھ افریقہ اور روڈیشیا جیسی بعض اقوام پر نسل پرستی کا الزام لگا، مگر حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں صرف دو ہی قومیں ایسی ہیں جو اپنے مذہبی عقیدے کے طور پر نسل پرست ہیں۔ اس کے معنی ہیں کہ نسل پرستی یعنی اپنی نسل کو دنیا کے سارے انسانوں اور اقوام سے اعلیٰ و برتر رویہ اور ساری اقوام کو ذلیل ملچھ (ناپاک) اور قابل نفرت سمجھنا ان کے مذہب کا اہم جزو ہے، وہ ہیں یہود اور سنگھ پری وار کے ہندو۔ دنیا میں نسل پرستی کو بطور مذہبی عقیدے کے تعلیم دینے والی تاریخی دستاویز میں یہود کی تالمود اور برہمن کی منوشاستر ہی ہے جسے بھارت میں ۱۹۲۴ء سے آر ایس ایس نے اپنی پوری توجہ تعلیم، عسکری تربیت اور میڈیا پر مرکوز کی۔ اس وقت ان کے پاس دو کروڑ کے قریب نیم فوجی تربیت یافتہ سفاک قاتل تیار ہیں۔ بھارت کے انگریزی پریس کو چھوڑ کر ہندی اور علاقائی زبانوں کے پریس پر ان کا مکمل کنٹرول ہے۔ بھارت کی فوج، پولیس، بیوروکریسی حتیٰ کہ عدالتوں کے جج اور کالج یونیورسٹیوں کے وائس چانسلرز تک نے ساٹھ فیصد کے قریب آر ایس ایس کے انسانیت دشمن فلسفے کے حامل ہیں۔ صرف گجرات میں وشو ہندو پریشد کی ۲۸ ہزار برانچیں ہیں۔ گزشتہ دس سال میں بی جے پی حکومت نے اقلیتوں کے خلاف نفرت پھیلانے کے لیے گجرات میں بیس ہزار سکول قائم کیے، جن میں ۵۵ ہزار وشو ہندو پریشد کے ٹیچر معصوم بچوں کے ذہنوں میں اقلیتوں کے خلاف نفرت کا زہر بھرنے کے لیے مقرر کیے گئے۔ بھارت کی موجودہ حکومت جو ۲۴ پارٹیوں پر مشتمل ہے اس میں اصل مرکزی پارٹی بی جے پی دہشت گرد آر ایس ایس کا سیاسی بازو ہے۔

اجلاس کے مہمان خصوصی ظفر بھائی سوریش والا نے کہا گجرات و احمد آباد کے حالیہ واقعات ہندو مسلم فسادات نہیں، مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے ریاستی حکومت کی منظم دہشت گردی ہے جس کی منصوبہ بندی گزشتہ دس سال سے گجرات کی بی جے پی حکومت کر رہی تھی۔ مسلمانوں کا یہ قتل عام بی جے پی نے کیا ہے۔ جس میں گجرات کے چیف منسٹر نریندر

مختلف پروگراموں کے ذریعے حقائق واضح کیے۔ امریکہ وبرطانیہ میں بہت سے انسانیت دوست ہندو وکلاء وسکالر ہمارے شانہ بشانہ کام کررہے ہیں۔ میں تمام برطانوی باشندوں سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ سنگھ پریوار کی دہشت گردی ودرندگی کے خلاف آواز بلند کریں ہم اس وقت بھارت میں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر، دیگر اقلیتوں اور انصاف پسند ہندوؤں کو ساتھ لے کر کام کررہے ہیں، بہت جلد ہم برطانیہ بلجیم اور ہیگ میں گجرات کی ریاستی انتظامیہ مسٹر مودی اور مسٹر واجپائی وغیرہ خلاف پورے ثبوت کے ساتھ مقدمہ دائر کریں گے۔

ظفر سوریش والا نے کہا مغربی میڈیا مغربی حکومتوں کے برعکس مسلم وعرب ممالک کے میڈیا اور حکومتوں کا رول انتہائی قابل مذمت رہا ہے۔ اب تک کسی مسلم وعرب ملک کا وفد مظلومین سے ملنے اور انہیں تسلی دینے کے لیے نہیں پہنچا اور نہ ہی کسی مسلم ملک کے میڈیا نے ظلم ودہشت گردی کے خلاف آواز بلند کی۔ اسلامک کمپیوٹر سنٹر کے ڈائریکٹر مفتی برکت اللہ نے کہا جب گودھرا اور احمد آباد کے واقعات ہوئے ہیں اس وقت گجرات کے علاقے کچھ میں زلزلہ زدگان کی امداد کے لیے گیا تھا، میرے ساتھ احمد آباد کے بہت سے تاجر بھی تھے جو وہاں غریبوں کی مالی امداد کے لیے آئے تھے اور احمد آباد میں ان کے کروڑوں کے کاروبار چلائے جارہے تھے۔ اس کے بعد میں دو ہفتے احمد آباد میں رہا وہاں مسلمانوں پر جو لرزہ خیز مظالم ڈھائے گئے تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ حکومت اور انتظامیہ کا کام شہریوں کی حفاظت کرنا ہے جب وہ خود ہی قاتل کا روپ دھارلے تو تباہی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ بھارت کے دیگر علاقوں کے مسلمان بھی اپنے مظلوم بھائیوں کی ہر طرح امداد کررہے ہیں۔ خاص طور پر حیدر آباد دکن کے لیڈی ڈاکٹروں کی ٹیم نے دن رات کام کیا اور حیدر آباد کے وکلاء کی ٹیم نے جرائم کے کیس تیار کرنے میں سخت محنت کی۔ مولانا رضوان فلاحی نے کہا کہ گجرات کے مسلم کش فسادات کے پہلے سے منصوبے کے تحت ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ یہاں برطانیہ میں ۱۹۹۳ میں چینل فور نے ایک ڈاکومنٹری فلم دکھائی تھی جس میں گجرات کے ایک ایم پی نے کہا تھا کہ ہم بہت جلد مسلمانوں کو ایسی اقتصادی مار ماریں گے جس سے ان کی کمر ٹوٹ جائے گی اور انہیں ہی تلوے چاٹنے ہوں گے اور وہ ہمارے رحم وکرم پر رہ جائیں گے۔ ایلنگ کے اسلامی کالج کے پرنسپل مولانا شاہد رضا نے گجرات کے المیہ پر مولانا محمد عیسٰی منصوری کو تمام مکاتب فکر پر مشتمل اجلاس بلانے پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے اپنی طرف سے ہر ممکن تعاون کی پیشکش کی اور کہا یہاں برطانیہ میں آر ایس ایس اور سنگھ پریوار کے لوگ ایسی تنظیموں میں بھی داخل ہوچکے ہیں جو انسانی مساوات اور تمام مذاہب کے مابین رواداری پر یقین رکھتی ہیں۔ ان لوگوں پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت ہے یہ لوگ غلط اور جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعے نہ صرف یہ کہ مظلوم مسلمانوں ہی کو قصوروار ٹھہرا رہے ہیں بلکہ گجرات کی مجرم گورنمنٹ کی صفائیاں پیش کررہے ہیں۔ جامع مسجد کرائیڈن کے امام مولانا قاسم رشید نے کہا آج کے اس اجلاس نے ہماری مایوسی دور کی اور ہمیں حوصلہ دیا کہ ہم یہاں رہتے ہوئے مظلوموں کی دادرسی کے لیے بہت کچھ کر

سکتے ہیں۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ جمعہ کے خطبات کو مسلمانوں میں اتحاد، حالات سے باخبری اور صحیح ملی وسیاسی شعور بیدار کرنے کے لیے استعمال کیا جائے۔ دار العلوم کینٹ کے پرنسپل مولانا بلال پٹیل نے گجرات کے مسئلے پر ملک گیر پیمانے پر دو روزہ اجلاس بلانے کی تجویز پیش کرتے ہوئے اپنی طرف سے جگہ کی فراہمی اور دیگر اخراجات کی پیش کش کی۔

جناب احمد زکی نے کہا کہ ہمیں مسلم ممالک کو حقائق سے مسلسل آگاہ کرتے رہنا چاہیے۔ بیشتر عرب و مسلم ممالک میں معیشت پر بھارتی کمیونٹی چھائی ہوئی ہے۔ ان میں انصاف پسند لوگ ظلم کے خلاف آواز بلند کر سکتے ہیں اور بھارتی حکومت پر پریشر ڈال سکتے ہیں۔ اجلاس میں ڈاکٹر غیاث الدین، محمود الحسن، ظفر احمد، یوسف شیخ خان، سردار احمد اور غزالی خان نے بھی اظہار خیال کیا۔

آخر میں صدر اجلاس مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی نے کہا نارتھ لندن انڈین مسلم کونسل نے گزشتہ دو ماہ میں گجرات کے مسلمانوں کے لیے یہاں کے میڈیا میں مسلسل آواز بلند کی اور حقائق پر مشتمل میگزین شائع کر کے ہر جگہ پہنچانے کی کوشش کی۔ ہمیں اپنی کوششوں کو آل یو کے سطح پر منظم کر کے عملی کام کرنے ہوں گے۔ مولانا سنبھلی نے قرآن وسنت کی اتباع پر زور دیتے ہوئے کہا ہماری ساری پریشانیوں اور رسوائیوں کا بنیادی سبب اسلام کی روشن تعلیمات اور کردار سے دوری ہے۔

(روزنامہ جنگ لندن ۱۲ رمئی ۲۰۰۲ء)

شرعی اصول کے مطابق سونے کے زیورات بنانے کا قابلِ اعتماد ادارہ

دلشاد گولڈ سمتھ

ہمارے یہاں سونے کی فینسی اور جدید ڈیزائن کے مطابق چوڑیاں تیار کی جاتی ہیں۔
نیز آرڈر پر عروسی زیورات منفرد اور جدید ڈیزائن میں فیکٹری ریٹ پر بنائے جاتے ہیں

پروپرائٹر:۔ شیخ فیروز الدین۔ محمد اعزاز

محمد گولڈ سنٹر عقب سنگھار سنٹر فسٹ فلور دھوبی منڈی پرانی انارکلی لاہور فون: 7240181

عالمی خبریں

برطانوی مسلمانوں کو تعصب کا نشانہ بنایا جارہا ہے

یورپ کے تقریباً ہر ملک میں ایک زبردست عوامی تحریک چلائی جارہی ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ پورے یورپ سے مسلمانوں کو فوراً نکال دیا جائے۔ ان حالات و واقعات میں مسلمانوں پر طرح طرح کے الزامات کی بوچھاڑ کی جارہی ہے۔

برطانیہ میں نسلی اور لسانی بنیادوں پر قائم انتہا پسند تنظیم برٹش نیشنل پارٹی نے سکھوں اور ہندوؤں کے کچھ انتہا پسند گروپوں کی حمایت سے برطانیہ میں مسلمانوں کے خلاف ایک زہریلی مہم شروع کر رکھی ہے۔ اس مہم میں سی ڈیز، کیسٹیں اور مطلوبہ مواد پھیلایا جارہا ہے جن میں کہا گیا ہے کہ اسلام برطانیہ کے لیے خطرہ بن چکا ہے۔ بظاہر سکھوں اور ہندوؤں کی بڑی تنظیموں نے برٹش نیشنل پارٹی اور اس کے حمایتیوں کی مہم کی مذمت کی ہے۔ تاہم ان مذاہب کے لوگوں کی خاصی بڑی تعداد مسلمانوں کے خلاف اس اتحاد میں شامل ہوگئی ہے۔ برٹش نیشنل پارٹی کا موقف ہے کہ برطانیہ ہمارا ملک ہے اور مسلمان اس کو ان سے چھین نہیں سکتے۔

اس کے ساتھ ساتھ برطانیہ کا ایک مشنری ادارہ برطانیہ کی کاؤنٹیوں سے درجنوں مشنریوں کو دوسرے ملکوں میں بھیج رہا ہے تاکہ وہاں عیسائیت کی تبلیغ کی جاسکے۔ ان کے خیال میں یہ بہتر موقع ہے۔ مشنری ادارے "فرینڈز" جس کا بین الاقوامی ہیڈ کوارٹر پائی وائی کوب کے قریب بکھنگم شائر میں ہے۔ وہ برطانوی مشنریوں کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے کہ وہ دوسرے ملکوں (بالخصوص مسلمان ملکوں) میں پڑھانے اور میڈیکل سے متعلق نوکریاں حاصل کریں تاکہ ان پیشوں کی آڑ میں عیسائیت کی تبلیغ کی جاسکے۔ اس طرح عیسائی مشنریوں کو ان ملکوں میں بھی تبلیغ کا موقع مل جائے جہاں ایسی سرگرمیوں کی اجازت نہیں ہے۔

عیسائیت کی تبلیغ کے لیے جانے والوں کو مقامی لوگوں میں گھل مل جانے اور انہیں عیسائیت کی تعلیم دے کر عیسائی بنانے کی ہدایت کی گئی ہے اور یہ سب کچھ وہ اپنے اس کام کی آڑ میں کریں گے۔ جس کے تحت وہ ان ملکوں میں گئے ہیں یہ ادارہ بغیر کسی شہرت کے خاموشی سے دس برسوں سے برطانیہ میں کام کر رہا ہے اس کے ۷۰ برطانوی رکن شمالی افریقہ، مشرق وسطیٰ، وسطی ایشیا اور برصغیر میں کام کر رہے ہیں۔ اس ادارے کے لیڈر دوسرے مشنریوں کے برعکس خصوصی طور پر مسلمانوں کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ عیسائیوں کا یہ پختہ خیال ہے کہ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات کے بعد دہشت گردی کے خلاف چلنے والی اس موثر مہم سے عیسائیت قبول کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا۔

مشنری ادارے ''فرینڈز'' کے بین الاقوامی ڈائریکٹر ''رک لو'' کے انٹرنیٹ آرٹیکل کے مطابق ۱۱ر ستمبر اور اس کے بعد کے واقعات کے بعد مسلمانوں کو زیادہ تعداد میں عیسائی بنانے کا موقع ملے گا اور زیادہ آزادی سے عیسائیت کی تبلیغ ہو سکے گی۔ تاہم اس مضمون میں ''رک لو'' نے یہ اعتراف کیا ہے کہ حفاظتی نقطہ نظر کے باعث کئی مشنریوں کے مقامات تبدیل بھی کئے گئے ہیں۔ یہ ادارہ فرینڈز ۱۹۸۳ء میں امریکہ میں قائم ہوا تھا اور اس وقت اس کے ۴۰ مسلمان ملکوں میں ۶۰۰ سے زائد کارکن کام کر رہے ہیں۔

اس ادارے کے متعلق عالمی پریس میں ذکر آرہا ہے یہ ادارہ ۱۲ تک کے ارکان پر مشتمل ٹیم کے ذریعے کام کرتے ہیں۔ کسی ملک میں جانے سے قبل یہ لوگ کم از کم دو ہفتے کا زبان اور کلچر کا کورس کرتے ہیں جس میں قرآن پاک کی تعلیم بھی شامل ہوتی ہے۔ ایک مشن خفیہ رکھنے کا جواز پیش کرتے ہوئے ادارے کی ویب سائیٹ بتاتی ہے کہ زیادہ تر مسلمان ایسے ملکوں میں رہتے ہیں جہاں مشنری ٹیوں کو جانے کی اجازت نہیں لیکن ہمیں خدا کی طرف سے تمام ملکوں میں لوگوں کو عیسائی بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس ادارے کے مطابق ان ملکوں میں مشنری پکڑا جائے تو اسے سخت سزا ملتی ہے۔ سعودی عرب میں ایسے لوگوں کو موت کی سزا دی جاتی ہے۔ اسی طرح پاکستان میں بھی توہین رسالت ﷺ کے قانون کے تحت ایسی ہی سزا ملتی ہے۔

غرض کہ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اہل مغرب کے دلوں میں اسلام کے خلاف بغض و کینہ کی تاریخ صدیوں پر محیط ہے اور یہ لوگ اپنے مخصوص معاشی مفادات کی فصل کاٹنے کے لیے بظاہر تو مسلمانوں کی خیر خواہی کا دم بھرتے ہیں لیکن ان کا باطن مسلمانوں سے نفرت بھرا ہے۔ ان کی یہ پالیسی نہایت مکارانہ انداز کی ہے۔ ان کا واحد مقصد عالم اسلام کو اپنے پنجہ استحصال میں جکڑے رکھنا ہے اور اپنی اس استعماری پالیسی میں انہیں ہر مرحلہ پر کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ انہوں نے سعودی عرب، کویت، متحدہ عرب امارات کے مالی وسائل پر جس پراسرار انداز میں شب خون مار رکھا ہے وہ پوری دنیا کے سامنے بالکل عیاں ہے۔

مغربی دنیا میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کی جو لہر ابھری ہوئی ہے۔ اس کی شدت کا اندازہ مندرجہ بالا حقائق و واقعات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ ان دنوں برطانیہ میں صرف ''برٹش نیشنل پارٹی'' ہی مسلمانوں سے نفرت نہیں کرتی بلکہ اب تو برطانیہ کے بعض معروف سیاستدان بھی دو قدم آگے ہیں۔ یہ لوگ برطانوی معاشرہ میں مسلمانوں کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ محفلوں میں رسوا کن لطیفے پر اپنی بات ختم کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ کردار نہایت شرمناک ہے۔ گوروں کا یہ تضحیک آمیز رویہ کب تک جاری رہے گا۔ ان جیسے لوگوں کے دلوں میں اسلام اور پاکستانیوں کے خلاف بلا وجہ اور بلا مقصد پائی جانے والی نفرت کون اور کب ختم کرے گا۔ قابل تشویش بات تو یہ ہے کہ مغربی دنیا میں عناد کے یہ فاصلے دراز ہوتے

جارہے ہیں مستقبل میں کیا صورت حال ہوگی ۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس نے غیر سفید فام لوگوں کو کافی پریشان کر رکھا ہے۔ (بشکریہ روزنامہ نوائے وقت ۱۹؍جولائی ۲۰۰۲ء)

☆

تجھے اٹھکیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

۶۵۰ روپے ماہانہ کمانے والا غریب نہیں

حکومت اور عالمی بنک

لاہور (کامرس رپورٹر) عالمی بنک اور حکومت پاکستان کے درمیان غربت ماپنے کے ۔ نئے بیرومیٹر پر معاہدہ ہو گیا ہے جس کے تحت ۶۵۰ روپے فی کس ماہانہ آمدنی ۔ سے کم کے حامل افراد کو ''غریب'' قرار دے دیا گیا ہے ۔ اس طرح ۵ افراد کے گھرانے کی ماہانہ آمدنی ۳۲۵۰ روپے کو غربت کا بیرومیٹر قرار دیا گیا ہے ۔ یہ بات بنک کے منیجر اعجاز نبی نے گزشتہ روز لاہور ایوانِ صنعت وتجارت کے دورہ کے موقع پر کہی ۔ (روزنامہ نوائے وقت ۲۰؍جولائی ۲۰۰۲ء)

☆

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز

نفیس بُک بائنڈرز

NBB

ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے

نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی بکس والی جِلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے

مُناسب نِرخ پر معیاری جِلد سازی کے لئے رجوع فرمائیں

۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور ۔ فون 7322408

خوانِ خلیل

﴿ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ ﴾

☆☆☆☆☆

تمہید طبع خوانِ خلیل

﴿ از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اس ناکارہ کو ہمیشہ اپنے اکابر کے حالات کے سننے اور جمع کرنے کا، سوانح لکھوانے کا بہت ہی اشتیاق رہا تذکرۃ الخلیل میں جیسا کہ خود مولانا مرحوم نے بھی تحریر فرمایا اس ناکارہ کے اصرار کو بہت دخل تھا۔ اسی طرح حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہ چچا جان قدس سرہ، عزیز مولوی یوسف نور اللہ مرقدہ کی سوانحوں کی تالیف میں اس ناکارہ کا بہت دخل رہا مگر افسوس کہ تذکرۃ الرشید یعنی سوانح قطب العالم حضرت اقدس گنگوہی اور تذکرۃ الخلیل جس میں میرے پانچ اکابر کے مختصر حالات ہیں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب نور اللہ مرقدہ جو ان دونوں کتابوں کے مصنف تھے ان کے انتقال کے بعد سے ان دونوں کتابوں کی طباعت کا سلسلہ بند ہو گیا۔ ہر چند میں نے مولانا مرحوم کے صاحبزادگان پر اصرار کیا اور تقاضے کیے کہ یہ جواہر پارے اسی طرح مولانا کی دیگر تصانیف علمی و دینی ذخیرے کے ساتھ ساتھ بہت ہی مقبول عام کتابیں ہیں مگر ان عزیزوں کو دوسرے قصوں کی وجہ سے ان کی طرف توجہ نہ ہوئی بالآخر تذکرۃ الخلیل تو میں نے گزشتہ سال عزیزم مولوی حکیم محمد الیاس سلمہٗ پر تقاضا کر کے طبع کرائی تھی اور اس سے پہلے جناب الحاج متین احمد صاحب سے بھی کئی سال سے تقاضا کر رہا تھا اور وہ اس کا اہتمام بھی کر رہے تھے مگر حالات کی ناسازگاری سے طبع نہ ہو سکی لیکن بحمد اللہ گزشتہ سال وہ بھی طبع ہو کر شائع ہو چکی، لیکن ہند و پاک میں کتابوں کی آمد و رفت بند ہے اور حکیم الیاس صاحب کی مطبوعہ قریب الختم ہے اس لیے میں نے ان کو یہ مشورہ دیا تھا کہ

اس کے ساتھ ''خوانِ خلیل'' جو حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب قدس سرہٗ نے حضرت سہارنپوری کے وصال پر ایک مختصر سا رسالہ تالیف فرمایا تھا وہ بھی بطورِ ضمیمہ کے شائع کر دیا جائے لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جبکہ دو ہفتے مختلف احباب کو اس کے ڈھونڈنے کی تکلیف گوارا کرنی پڑی اور بڑی مشکل سے ملی اس کے سننے سے یہ معلوم ہوا کہ اس میں تو حضرت حکیم الامت نے کوزہ میں دریا کو بند کر رکھا ہے۔ اور نہایت اختصار کے ساتھ جام میں اپنی دوسری تالیفات کا حوالہ فرمادیا۔ اس لیے میں نے خوانِ خلیل کو سنتے وقت ان حوالہ جات کو بھی تلاش کرایا اور ان میں سے جو عام فہم اور محتاج الیہ تھے ان کو تو بطور ضمائم کے اس پر نقل کرادیا اور جو بہت طویل مضمون تھے جیسا کہ ایک مضمون خواب کے سلسلہ میں مختصر طور سے تو یہاں بھی آیا اور اس کے متعلق مختصر مضمون ضمیمہ میں بھی لکھوایا لیکن اس کے متعلق مختلف علماء کے فتاوٰی الامداد بابت ماہ شوال ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ کے تریسٹھ صفحات پر تھا وہ تو گویا مستقل ایک کتاب تھی اسی طرح بعض علمی و فقہی مسائل تھے جو عام فہم نہ تھے اس لیے ان کا مفصل حوالہ لکھوادیا۔ اس سب کے بعد دوستوں کا اصرار ہوا اور مجھے بھی اچھا معلوم ہوا کہ خوانِ خلیل کو مستقل بھی چھاپ دیا جائے اور تذکرۃ الخلیل کے ساتھ ضمیمہ کے طور پر بھی چھاپ دیا جائے اس لیے کہ میرے شیخ کے حالات اور حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کے قلم سے نور علیٰ نور ہیں، اس لیے آج ۲۲ر ذیقعدہ ۹۱ھ کو اس کے ضمائم پورے ہونے کے بعد توکلاً علی اللہ طباعت کے لیے دے رہا ہوں۔ وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب.

(حضرت شیخ الحدیث مولانا) محمد زکریا (صاحب مدظلہ)

مدرسہ مظاہر علوم

سہارنپور (یو۔پی)

خوانِ خلیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ حضرت مولانا عارف جامیؒ نے مشتریان یوسف علیہ السلام کے قصہ میں نقل فرمایا ہے ؎

چو یوسف شد بخوبی گرم بازار   شدندش مصریاں یکسر خریدار
بہر چیزیکہ ہر کس دسترس داشت   دراں بازار بیع او ہوس داشت
شنیدم کز غمش زالے بر آشفت   تنیدہ ریسمانے چند و می گفت
ہمیں بس گرچہ من کاسد قماشم   کہ در سلک خریدارانش باشم

اسی مخلص بڑھیا کی تقلید ان سطور کی تحریر میں احقر نے اختیار کی ہے کہ ایک حمر ہمام و بحر قمقام یعنی ؎

الشیخ مولانا خلیل احمدا   مکسو حلۃ خلۃ الرحمن
وسمی ابراھیم یوسف وقتہ   من وجھہ کا لقلب فی اللمعان

المتوفی فی ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ

وافاض من برکاتہ علی اہل الدیار القریبۃ والشاسعۃ کے دریائے کمالات میں سے چند رشحات وقطرات ناظرین مشتاقین کے قلوب وابصار پر بصورت رسالہ پاشاں کرتا ہوں جو بمقابلہ اس دریا کے امواج کے (جن کو مولانا قدس سرہ کے حذاق عارفین معرفین عنقریب سطح اذہان عشاق معتقدین صادقین پر متلاطم ومتراکم فرمائیں گے) وہی نسبت رکھتے ہیں جو اس بڑھیا کا ریسماں خزائن عزیز سے نسبت رکھتا تھا جس کے پیش کرنے میں میری بھی وہی نیت ہے جو اُس بڑھیا کی تھی یعنی ؎

ہمیں بس گرچہ من کاسد قماشم   کہ در سلک خریدارانش باشم

جیسا کہ اس کے قبل اسی نمونہ کی دو مختصر یادداشتیں ''یادِ یاراں'' و ''ذکرِ محمود'' پیش کر چکا ہوں اور یہ ماحضر نافع ہونے کی صورت میں چونکہ مولانا ہی کا فیض ہوگا۔ اس لیے ممدوح کو حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور ان فیوض کی مبدائیت کو آپ کی شان میزبانی سے تشبیہ دے کر ان فیوض کے مجموعہ کو خوان کے اور اس کے آحاد جامات اطعمہ واشربہ کے مشابہ قرار دے کر اس مجموعہ حالات کو خوان خلیل سے اور ہر جز کو جام سے ملقب کرتا ہوں اور ان ہی مناسبات سے اس رسالہ کی لوح پر اس شعر کے لکھنے کا مشورہ دیتا ہوں ؎

گر شوی دردین مہمان خلیل   جام ہا نوشی ازیں خوانِ خلیل

اب وہ جامات پیش کرتا ہوں واللّٰہ یطعم ویسقی وھو یشبع ویروی .

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

اوائل رجب ۱۳۴۶ھ

جام نمبر ۱ : یوں تو مولاناؒ سے اس احقر کو مدت دراز سے نیاز حاصل تھا لیکن زیادہ خصوصیت اس زمانہ سے ہوئی جب سے میں کانپور کا تعلق چھوڑ کر وطن میں مقیم ہوا اور سہارنپور کی آمد و رفت میں کثرت ہوئی جس میں مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ کے موقع پر تو گویا بالالتزام حاضری ہوتی تھی اور متفرق طور پر بھی بکثرت آنا جانا رہتا تھا اور ہر حاضری میں طویل طویل اوقات مولانا کی صحبت میں مستفید رہتا تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ باوجودیکہ میں ہر طرح چھوٹا تھا عمر میں بھی طبقہ میں بھی اور علم و عمل میں تو مجھ کو کوئی نسبت ہی نہ تھی، اس میں تو چھوٹے بڑے ہونے کی نسبت کا ذکر بھی ایک درجہ میں ادعاء ہے علم و عمل کا مگر مولانا کا برتاؤ مساویانہ تو یقینی ہی تھا۔ بعض اوقات ایسا برتاؤ فرماتے تھے کہ جیسے چھوٹے کرتے ہیں بڑوں کے ساتھ، اس سے زیادہ کیا درجہ ہوگا تواضع کا یہ بناء تو یقینی تھی اور احتمالی یہ بھی ہے کہ شاید اس واقعہ کو بھی دخل ہو کہ مولانا بواسطہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے منتسب تھے اور یہ احقر بلا واسطہ۔ اگر یہ بھی تھا تو اس حفظ مراتب کا جو کہ حکمت عملیہ کا اعلیٰ شعبہ ہے کامل ثبوت ہوتا ہے۔ ف تواضع و حفظ حدود کا کمالات مقصودہ میں سے ہونا ظاہر ہے۔

جام نمبر ۲ : مولانا نے اپنے ایک معتقد خاص سے فرمایا تھا کہ مجھ کو اشرف سے اس وقت سے محبت ہے جس وقت اس کو خبر بھی نہ تھی۔ ف اس واقعہ میں ایک خاص سنت کا اتباع ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کسی کو کسی سے محبت ہے تو اس کو خبر کر دے اور حکمت اس کی ظاہر ہے کہ اس میں تطییب ہے قلب مسلم کی نیز جلب ہے اس کی محبت کا اور باہمی تحابب و توادد کے ثمرات ظاہر ہیں۔

جام نمبر ۳ : باوجود میرے کم مرتبہ ہونے کے گاہ گاہ مجھ کو ہدایا سے بھی مشرف فرمایا ہے۔ ف اس میں علاوہ سنت تہادی کے کہ سبب ہے تحابب مطلوب کا تواضع بدرجۂ غایت بھی ہے کیونکہ تہادی بشان خاص تواضع ہی سے ناشی ہے۔

جام نمبر ۴ : احقر مولانا کے سامنے وعظ کہتا ہوا بے حد شرماتا تھا گو امتثال امر کے سبب عذر نہ کر سکتا تھا لیکن مولانا نہایت شوق و رغبت سے استماع فرماتے تھے۔ ف اس میں علاوہ تواضع کے اہتمام علم کے فضائل کی بھی تحصیل ہے جس پر سلف صالح عامل تھے۔

جام نمبر۵ : ایک بار احقر کے مواعظ کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ اس کے بیان میں کہیں انگلی رکھنے تک کی گنجائش نہیں۔ف اس میں حسن ظن وسنت مدح لتالیف القلب وتخصیص علی الخیر کا ثبوت ظاہر ہے۔

جام نمبر۶ : گاہ گاہ غریب خانہ کو بھی اپنے اقدام سے مشرف فرماتے تھے۔مجھ کو یاد ہے کہ غالباً جب اول بار تشریف آوری ہوئی تو احقر نے جوش محبت میں کھانے میں کسی قدر تکلف بھی کیا اور اہل قصبہ میں سے بھی بعض عمائد کو مدعو کردیا کہ عرفاً یہ بھی معزز ضیف کا اکرام ہے (ان بعض عمائد نے میری اس خدمت کا یہ حق ادا کیا کہ بعد جلسہ دعوت کے مجھ کو بدنام کیا کہ طالب علم ہوکر اتنا تکلف کیا پانچ چھ کھانے والوں کے سامنے بہتر یا ساٹھ برتن تھے، میں عدد بھول گیا کہ کونسا فرمایا تھا اس روایت کے قبل مجھ کو تکلف کے مقدار کی طرف التفات بھی نہ ہوا تھا) مولانا نے مزاحاً فرمایا کہ یہ تکلف کیوں کیا گیا۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا سبب خود حضرت ہی ہیں، اگر بکثرت کرم فرماتے تو ہرگز تکلف نہ کرتا یہ تقلیل سبب ہے اس تکثیر کا اس کے بعد آمد کی تکثیر ہوگئی اور تکلف کی تقلیل۔ف اس سے بے تکلفی وسادگی ورعایت میزبان ظاہر ہے اوران سب کا اخلاق فاضلہ سے ہونا ظاہر ہے۔

جام نمبر۷ : باوجودیکہ اس احقر کے ساتھ مساویانہ بلکہ اس سے بھی زیادہ تر برتاؤ فرماتے تھے جیسا کہ جام نمبر۱ میں مذکور ہوا لیکن اظہار حق کا اس قدر غلبہ تھا کہ اگر میں نے استفادۃً کوئی بات پوچھی تو اس کے جواب میں کبھی تکلف نہیں فرمایا اور کبھی ازخود بھی متنبہ فرمایا چنانچہ اس وقت تین مسئلے اس قسم کے میرے ذہن میں حاضر ہیں۔

مسئلہ نمبر۱ : میرا ایک دوست سے اس مسئلہ میں اختلاف ہوا کہ پشت کی طرف سے فوٹو لینے میں جس میں چہرہ نہ آوے گنجائش ہے یا نہیں، جانبین سے مکاتبت کا سلسلہ چلتا رہا آخر میں احقر نے اس دوست کو مولاناؒ کے فیصلہ پر راضی کر کے تحقیق مسئلہ کی درخواست کی، مولانا نے خوشی سے قبول فرما کر مسئلہ کا فیصلہ کردیا۔ چنانچہ ہم دونوں نے قبول کرلیا یہ محاکمہ تتمہ جلد رابع فتاوی امدادیہ کے آخر میں شائع ہو چکا ہے۔اس محاکمہ کی تمہید میں مولاناؒ کی عبارت قابل دید ہے وہی ہذہ "بندہ ناچیز باعتبار اپنے علم وفہم کے اس قابل نہیں کہ علماء اعلام کے اختلاف کا فیصلہ کرسکے مگر ہاں امتثالاً للامر الشریف اس مسئلہ میں جو کچھ خیال میں آیا عرض کرتا ہے الخ۔ف تواضع اور اظہار ... میں اس طرح جمع کرنا جس درجہ کا کمال ہے ظاہر ہے

مسئلہ نمبر۲ : مشتمل بر سوالات متعددہ، جز اول بعض روایات میں ابن عباسؓ سے وارد ہے اخطا الکاتب فی تستانسوا وانما ھو تستا ذنوا. میں نے مولاناؒ سے بذریعہ خط پوچھا جس کا جواب نہایت قریب وعجیب ارشاد

فرمایا جو بیان القرآن کے حواشی عربیہ متعلقہ آیۃ یا یھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم الآ یۃ میں شائع ہوا ہے۔احقر نے اس خط کو مختصر اور معرب کر دیا ہے جس کا حاصل بر تقدیر ثبوت ایسی قرأت کا قرأت موجودہ سے منسوخ ہونا اور راوی کو نسخ کی خبر نہ پہنچنا ہے۔ جزو ثانی متعلق نبوت جزو ثالث متعلق رقوم مدرسہ جزو رابع متعلق عدت یہ سب اجزاء بعینہا فتاوی امدادیہ جلد چہارم کے آخر میں بعنوان بعضے از تحریرات الخ شائع ہوئے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۳ : پیر محمد والی مسجد کی سمت جنوب میں جو سہ دری مسجد سے ملی ہوئی ہے اس پر سائبان ڈالا گیا تو مولانا نے اسکے متعلق از خود کچھ تحریر فرمایا جس کا یہاں سے جواب عرض کیا گیا۔ چند بار اس میں مکاتبت ہوئی جس میں کوئی اخیر فیصلہ نہیں ہوا۔اس مکاتبت کا نام مسائلۃ اہل الخلۃ فی مسئلۃ الظلۃ ہے جو ترجیح الراجح کے حصہ دوم کے اخیر کے قریب میں شائع ہوا ہے۔ اس میں مکتوب سوم کے شروع میں ایک عجیب دلربا جملہ ہے وہی ہذہ گرامی نامہ موجب برکت ہوا، کئی روز تک تو یہ خیال رہا کہ مسئلہ کے متعلق کچھ عرض کروں یا نہ کروں، مبادا تکرار موجب بار ہو، بالآخر یہ خیال ہوا کہ اپنا خیال ایک دفعہ اور عرض کر دوں الخ ملاحظہ فرمایا جاوے اس جملہ میں رعایت حق و رعایت خاطر دونوں کو کس طرح جمع فرمایا گیا ہے۔ اس کا اثر احقر پر یہ ہوا کہ اس پر جو عرض کیا گیا باوجودیکہ اس کا جواب نہیں آیا مگر مجھ کو ایک تنبیہ میں اس لکھنے کی ضرورت ہوئی کہ اس جواب نہ آنے کو حجت نہ سمجھا جائے الی قولی اس باب میں اہل علم سے مزید تحقیق کر لی جاوے۔

جام نمبر ۸ : ایک بار بعض عنایت فرماؤں نے بعض حکایات کی نسبت میری طرف خلاف واقع کر دی جس کا چرچا اپنے مجمع میں پھیل گیا، میں اس وقت میرٹھ میں تھا اور اس چرچے سے بالکل غافل مجھ کو خیر خواہ دلسوز نے یہ خبر پہنچائی مجھ کو بہت رنج ہوا اور سب سے زیادہ خیال مجھ کو مولانا کے تکدر کا تھا۔ اس لیے میں نے اس واقعہ کی حقیقت مولانا کی خدمت میں لکھ بھیجی وہاں سے حسب ذیل جواب آیا معلوم نہیں لوگوں کو کیا مزا آتا ہے کہ غلط روایتیں پہنچا کر اہل خیر کے قلوب کو دکھاتے ہیں۔ مجھ ناچیز کو جو تعلق اور محبت پہلے تھا وہی عقیدت بحمد اللہ موجود ہے ۔

آں نیست کہ حافظ را مہرت رود از خاطر آں وعدۂ پیشینش تا روز پسیں باشد

جو قلبی محبت اور جس کو ذخیرہ آخرت سمجھ رکھا ہو وہ انشاء اللہ تعالی بدل نہیں سکتی جو روایتیں پہنچیں ہیں ان میں مبالغہ سے بہت کام لیا گیا ہے انتہی ملخصا بقدر الضرورۃ یہ واقعہ حکایات الشکایات حکایت نمبر ۴ کے آخر میں مذکور ہے۔ بعد اختتام قصہ کے مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ اس دلسوز خیر خواہ کے ذریعہ سے بدون اپنی طرف نسبت کرنے کے میں نے ہی یہ خبر پہنچائی تھی تا کہ تاخیر تدارک سے بات بڑھ نہ جائے۔ف اس سے مولانا کی کتنی بڑی خیر خواہی ثابت ہوتی ہے کہ میری بے خبری کو صعوبت تدارک کی مصلحت سے گوارا نہیں فرمایا اور اپنی طرف منسوب نہ فرمانا ممکن ہے کہ اس لیے ہو کہ زیادہ رنج

نہ ہو کیونکہ راوی جس قدر زیادہ ثقہ ہوتا ہے اسی قدر روایت کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بضمائر عبادہ۔

جام نمبر ۹ : ایک شخص نے اپنی ایک حالت کی جس کا کچھ حصہ نوم تھا اور کچھ تقیظہ مشابہ بنوم تھا اور اس حالت میں غیر اختیاری طور پر ایک غیر مشروع کلمہ کا زبان سے نکلنے کی اطلاع دے کر تحقیق چاہی تھی۔ میں نے قواعد شریعت وطریقت سے اس کا جواب لکھ دیا جس کا حاصل سائل کا معذور ہونا تھا چونکہ طریقت اس وقت کالمجور ہو گئی ہے اس لیے اس جواب کی حقیقت نہ سمجھنے سے اکثر عوام اور بعض اہل علم میں بھی اس کے متعلق ایک شورش برپا ہو گئی کہ اس کو معذور کیوں قرار دیا جس کی تحقیق احقر نے حکایات الشکایات کی حکایتِ سوم میں لکھی ہے۔ مولانا نے شفقت سے زبانی مشورہ دیا کہ اس سائل کے قابل توبیخ ہونے کے متعلق کوئی تحریر شائع ہو جائے تو شورش کم ہو جائے اور عوام کا دین بھی محفوظ رہے اھ بمعناہ میں نے اس باب میں اپنا شرح صدر نہ ہونا عذر میں پیش کیا اور عرض کیا کہ آپ اور دوسرے علماء کچھ تحریر فرما دیں تو میں شائع کر دوں۔ اس کو منظور فرمایا چنانچہ میں نے سوال مرتب کر کے مختلف علماء سے رجوع کیا جس میں مولانا بھی تھے، سب نے اپنی اپنی رائے کے موافق جواب لکھا جو الامداد شوال ۱۳۳۶ھ میں شائع ہوئے ہیں۔ ف اس میں بھی وہی خیر خواہی اور اس کے ساتھ دین کی حفاظت کا اہتمام ظاہر ہے۔

جام نمبر ۱۰ : اس قصۂ مذکورہ کا اثر عوام میں کسی قدر باقی تھا کہ اس اثناء میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے جلسہ سالانہ کا موقع آ گیا حسبِ دستور میں بھی حاضر ہوا چونکہ اس جلسہ میں احقر کا معمول وعظ بیان کرنے کا تھا۔ مولاناؒ نے بمصلحتِ برأت عن التہمۃ مجھ سے فرمایا کہ اس وقت بڑا مجمع موجود ہے اگر اس واقعہ خواب کے متعلق کچھ بیان کر دیا جائے تو اچھا ہے تاکہ عوام کے شکوک رفع ہو جاویں۔ احقر نے عرض کیا کہ مجھ کو تو اس کے متعلق کچھ بیان کرنے سے شرم و عار آتی ہے کیونکہ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ میں اپنا تبریہ کروں اور انسان اپنا تبریہ ایسی بات سے کیا کرتا ہے جس کا کسی درجہ میں احتمال ہو پس تبریہ کرنا اس کے احتمال کو تسلیم کر لینا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اچھا اگر تم اپنی زبان سے تبریہ نہیں کرتے تو ہم میں سے کوئی شخص اس کے متعلق بیان کر دے۔ احقر نے عرض کیا کہ اگر ایسا ہوا تو میں جلسہ سے اُٹھ جاؤں گا۔ مولانا نے فرمایا نہیں نہیں تم کو گوارا نہیں تو پھر کوئی ضرورت نہیں۔ یہ سب مکالمہ وعظ مظاہر الاقوال کی تمہید میں مذکور ہے اس مشورہ میں بھی علاوہ خیر خواہی کے اتباع سنت یعنی تہمت کا رفع کرنا ہے جیسا حضرت صفیہؓ کے واقعہ اعتکاف میں حضور ﷺ نے فرمایا مگر یہ مشورہ چونکہ محل اجتہاد تھا جس کی وجہ احقر کے جواب میں مذکور ہو چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ سنت اس اُمر میں ہے جو محلِ اشتباہ ہو جب یہ نہیں تو احتمالات غیر ناشی کا کہاں تک انسداد کیا جاوے یوں تو جواب دینے کے بعد بھی اس.

میں پھر شبہات پیدا کیے جاسکتے ہیں تو پھر اس کے لیے تو ایک محکمہ کی ضرورت ہوگی یہ توجیہ ہے میرے جواب کی۔ مگر میرے اس عذر کے قبول فرمالینے کے بعد جب بیان ہوا تو اتفاق سے حفظ لسان و مذمت بہتان کا چنانچہ اس وعظ کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگا جس سے بلا اختیار مولانا اور بدون قصد احقر کے ایک کرامت مولانا کی ظاہر ہوئی کہ جس چیز کو مولانا کا جی چاہتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو واقع فرمادیا اسی کو عارف رومی فرماتے ہیں ۔

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں می دہد یزداں مراد متقیں

جام نمبر ۱۱ : ایک تقریب غسل صحت ختنہ میں اتفاق سے یہاں سے احقر اور سہارنپور سے مولانا اور دیوبند سے حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ ایک قصبہ میں مجتمع ہو گئے مگر بعض اعوارض کے سبب میں تو بلا شرکت واپس آگیا اور دیگر حضرات نے ان اعوارض کے طرف التفات نہیں فرمایا اور شرکت فرمالی اس کے بعد مولانا سے کسی نے اس کی وجہ پوچھی، کیسا تواضع کا جواب ارشاد فرمایا کہ ہم نے فتوے پر عمل کیا اور فلاں شخص (یعنی احقر) نے تقوے پر عمل کیا
ف اس جواب سے جس قدر تواضع اور اختلافی امر میں شق مقابل کے اختیار کرنے والے کے عمل کی حسن توجیہ مرعی ہے ظاہر ہے اور حضرت مولانا دیوبندی نے جو جواب عطا فرمایا وہ رسالہ ذکرِ محمود نمبر ۲۴ میں مع تفصیل قصہ مذکور ہے۔

جام نمبر ۱۲ : مولانا میں حضرات سلف کی سی تواضع تھی کہ مسائل واشکالات علمیہ میں اپنے چھوٹوں سے بھی مشورہ فرماتے تھے اور چھوٹوں کے معروضات کو شرح صدر کے بعد قبول فرمالیتے تھے چنانچہ بعض واقعات نمونہ کے طور پر معروض ہیں۔

واقعہ نمبر ۱ : ایک بار سفر بہاولپور میں اس احقر سے ارشاد فرمایا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول ہدایا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ پہلے سے اشراف نفس نہ ہو مگر سفر میں اکثر داعی کی عادت ہوتی ہے کہ مدعو کو کچھ ہدیہ دیتے ہیں۔ اس عادت کے سبب اکثر خطور بھی ایسے ہدایا کا ذہن میں ہوجاتا ہے سو کیا خطور بھی اشراف نفس وانتظار میں داخل ہے جس کے بعد ہدیہ لینا خلاف سنت ہے۔ اس حقیر میں کیا قابلیت تھی کہ ایسے عظیم الشان عالم اور عارف کے استفسار کا جواب دے سکوں لیکن چونکہ لہجہ استفسار امر بالجواب پر دال تھا اس لیے الامر فوق الادب کے بنا پر جواب عرض کرنا ضروری تھا چنانچہ میں نے عرض کیا کہ میرے خیال میں اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اس احتمال کے بعد دیکھا جاوے کہ اگر وہ احتمال واقع نہ ہو تو آیا نفس میں کچھ ناگواری پیدا ہوتی ہے یا نہیں اگر ناگواری ہو تو اس احتمال کا خطور اشراف نفس ہے۔ اور اگر ناگواری نہ ہو تو اشراف نفس نہیں ہے خالی خطرہ ہے جو احکام میں موثر نہیں۔ اس جواب کو بہت پسند فرمایا اور دعا دی
ف اس واقعہ میں مولانا کے چند کمالات ثابت ہوتے ہیں۔ ایک تواضع جس کے سلسلہ میں یہ واقع ذکر کیا گیا ہے

دوسرے دقیق تقوی کہ اشراف کے احتمال بعید تک نظر پہنچی اور اس پر عمل کا اہتمام ہوا۔ تیسرے اتباع سنت جیسا کہ ظاہر ہے۔ چوتھے اپنے معاملہ میں اپنے نفس کو متہم سمجھا کہ اپنی رائے پر وثوق نہیں فرمایا ورنہ جس کی نظر اتنی دقیق ہو کیا اس فیصلہ تک وہ نظر نہیں پہنچ سکتی تھی۔

واقعہ نمبر۲ : ایک بار خود افادۃً فرمایا اور زیادہ یاد یہ پڑتا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی سے نقل فرمایا تھا کہ قرآن مجید میں جو اوقاف لازمہ ہیں وہ ایسے ہی مواقع پر ہیں جہاں وصل کرنے سے ایہام خلافِ مقصود کا ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے مگر اس آیت میں کفار کا قول منقول ہے **وقالوا اتخذ اللّٰہ ولدا سبحانہ** اور **ولدا** پر وقف نہیں حالانکہ قاعدہ مذکورہ کا مقتضا یہاں پر لزوم وقف تھا کیونکہ وقف نہ ہونے سے ایہام ہوتا ہے کہ سبحانہ بھی ان ہی قائلین کا قول ہے حالانکہ یہ ان کے قول **اتخذ اللّٰہ ولدا** کا ردّ اور ابطال ہے سو اس میں نکتہ یہ ہے کہ تنزیہ میں جہاں تک ہو تعجیل کی جائے تالی یا سامع کو نافین تنزیہ کے قول کے بعد ذرا بھی انتظار نہ ہو کہ اس قول کے متعلق کیا فیصلہ فرمایا گیا ہے۔ انتہی بمعناہ باوجودیکہ خود یہ نکتہ ارشاد فرمایا مگر ایسے ہی ایک مقام کے متعلق (جس کی تعیین مجھ کو یاد نہیں رہی) احقر سے فرمایا کہ یہاں دفع ایہام کے لیے وقف ہونا لازم تھا مگر ائمہ وقف نے یہاں وقف کا حکم نہیں فرمایا مجھ کو وہ نکتہ یاد آ گیا میں نے عرض کیا کہ ایک بار آپ نے یہ نکتہ فرمایا تھا یہاں بھی وہی نکتہ تعجیل ابطال باطل ہو سکتا ہے۔ ف۱ علاوہ تواضع کے اس احتیاط بلیغ کو ملاحظہ فرمایا جاوے کہ باوجودیکہ اس نکتہ پر نظر تھی مگر خصوصیت مقام کے سبب دوسرے سے مشورہ فرمایا کہ شاید یہاں کوئی دوسرا داعی ہو۔ علماء رسوم ایسی احتیاطیں کہاں کرتے ہیں۔ یہ اہل حقائق ہی کا حصہ ہے۔ ف۲ اس نکتہ مذکورہ کے علاوہ احقر کے ذہن میں ایسے مقامات کے متعلق ایک اور حقیقت آئی ہے بنظر علماء کی نظر ثانی کے عرض کرتا ہوں کہ ایہام کے مواقع تتبع سے دو قسم کے معلوم ہوئے ہیں ایک وہ کہ اہل حق کی طرف انتساب باطل کا ایہام ہو، دوسرے وہ اہل باطل کی طرف انتسابِ حق کا ایہام ہو۔ سو اول قسم کے مواقع میں تو وقف لازم کلی ہے اور دوسرے قسم کے مواقع میں وقف لازم اکثری ہے۔ علماء وقف نے ایسے مواقع پر اس کا زیادہ اہتمام والتزام نہیں کیا جس کا مبنی یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اہل حق سے تو صدور باطل کا منکر شرعی ہے تو اس ایہام کا دفع زیادہ مہتم بالشان ہے اور اہل باطل سے صدور حق کا منکر شرعی نہیں **لان الکذوب قد یصدق** بلکہ یہ صدور خود قرآن میں منقول ہے جہاں منافقین کا ذکر ہے چنانچہ دوسرے قسم کے بعض مواقع کا ذکر کرتا ہوں جس سے میرا دعوی اکثریت کا ثابت ہوتا ہے۔ سورۂ منافقون کی آیت میں منافقون کا قول **نشھد انک لرسول اللّٰہ** منقول ہے اور یہاں علماء نے وقف لازم کیا ہے تا کہ اس کے بعد کا قول **واللّٰہ یعلم** الخ کی نسبت ان کی طرف متوہم نہ ہو تو یہاں تو ایہام کا اعتبار کیا گیا اور اسی سورۃ میں رکوع اول کے ختم کے قریب منافقین کا قول **لا تنفقوا علی من عند رسول اللّٰہ حتی**

ینفضوا منقول ہے اور اس کے متصل ہی اس کا رد وللّٰہ خزائن السمٰوات الخ منقول ہے جو حق تعالیٰ کا قول ہے مگر ینفضوا پر وقف لازم نہیں تو یہاں اس ایہام کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ اسی طرح اسی کے بعد ان کا دوسرا قول منقول ہے لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الا عزمنها الاذل اور اس کے متصل ہی اس کا رد وللّٰہ العزة الخ منقول ہے جو حق تعالیٰ کا قول ہے مگر الاذل پر وقف لازم نہیں تو یہاں بھی اس ایہام کا اعتبار نہیں کیا گیا، پس ثابت ہوا کہ ایہام ثانی کا اعتبار اکثری ہے کلی نہیں، سو اسی بناء پر ولدا پر وقف لازم نہ ہونے کو بھی مبنی کر سکتے ہیں، واللہ اعلم

واقعہ نمبر۳ : ایک شخص نے مولاناؒ کے رُوبرو ایک حکایت بیان کی کہ ایک شخص مر گیا تھا تھوڑی دیر میں وہ تو زندہ ہو گیا اور اسی نام کا ایک دوسرا شخص اسی وقت مر گیا اور پہلے مرنے والے نے بیان کیا کہ مجھ کو ایک مقام پر لے گئے وہاں پیشی کے وقت کہا گیا کہ اس شخص کو نہیں بلایا گیا بلکہ دوسرے شخص کو بلایا گیا ہے چنانچہ مجھ کو دنیا میں لوٹا دیا اور دوسرے کو دنیا سے بلا یا گیا۔ یہ حکایت بیان کر کے پوچھا کہ کیا ایسا ممکن ہے؟ بعض اوقات کسی دوسری طرف توجہ ہونے سے بعض پہلوؤں پر نظر نہیں جاتی کچھ نرم سا جواب فرما دیا۔ میں نے ادب سے عرض کیا کہ یہ تو ممکن نہیں معلوم ہوتا، اگر ملک الموت کو ایسی غلطی ہو سکتی ہے تو ملک الوحی سے بھی ہو سکے گی پس کسی غالی کے اس قول کی صحت کی گنجائش نکل آوے گی ''جبریل غلط کردہ مقصود علی بود'' اور اس میں حکایت کی توجیہ صحیح اور سہل یہ ہے کہ وہ مریض مبرسم یا مسکوت تھا اور اس میں اس کا متخیلہ فاسد ہو گیا تھا۔ مولاناؒ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور نہایت انبساط کی ساتھ اس کی تصویب فرمائی۔ ف ۱ مولانا کا کمال حق پرستی جس قدر اس سے واضح ہے محتاج بیان نہیں۔ ف ۲ اس کے قبل ایسا ہی واقعہ احقر کو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ کے حضور میں پیش آیا۔ مولانا کے جواب کے بعد یہی تقریر میں نے وہاں بھی کی تھی۔ مولانا قدس سرہ نے بھی اس کی تصویب فرمائی اور اس کے قبل بھی ایسی ہی حکایت میں نے حضرت مولانا الشیخ محمدؒ سے وعظ میں سنی تھی، میں اس وقت بچہ تھا کیا عرض کرتا اور نہ مولانا کی تحقیق اس مجلس کی مجھ کو یاد رہی۔

جام نمبر۱۳ اتتمہ جام نمبر۱۲ : ایک بار مجھ سے ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے لن یغلب اثنا عشر الفا عن قلة اور اس میں کوئی قید مذکور نہیں تو کیا یہ مطلق ہے اور ہر صورت کو شامل ہے گو مقابلہ میں لاکھوں کافر ہوں یا یہ کہ کسی اور دلیل سے مقید ہے اطلاق پر یہ اشکال ہے کہ بہت جگہ اس عدد سے زیادہ ہونے کی صورت میں بھی مسلمان مغلوب ہو گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ظاہر حدیث کا تو اطلاق ہی ہے اور بدون دلیل قوی کے تقیید کی کوئی وجہ نہیں اور مسلمانوں کا کہیں مغلوب ہونا کوئی دلیل نہیں کیونکہ جہاں مسلمان مغلوب ہوئے ہیں سبب اس کا کوئی علت ہے نہ کہ قلت اور وہ علت خواہ

کوئی امر ظاہر ہو جیسے نا اتفاقی، خواہ کوئی امر باطن ہو جیسے عجب ونظر الی الاسباب ونحو ہما جیسا غزوہ حنین میں مسلمان بارہ ہزار اور کفار چار ہزار (کمافی الجلالین) مگر اول میں مسلمان مغلوب ہو گئے جس کا سبب عجب بالکثرت تھا (کمافی القران المجید اذا عجبتکم کثرتکم) پھر آخر میں وہی مغلوب غالب ہو گئے (کما قال تعالیٰ ثم انزل اللّٰہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین و انزل جنودا لم تروھا) اور یہ انزال سکینہ مشروط ہے زوال سبب مغلوبیت کے ساتھ کہ وہ عجب ہے اور یہ زوال توبہ ہے اھ قولی بمعناہ مولانا مسرور ہوئے اور اس کو پسند فرمایا۔ف اس سے مولانا کی تواضع اور عدم استنکاف فی طلب الحق وسعی زیادت فی العلم ظاہر ہے جس میں امتثال ہے امر حق رب زدنی علما کا۔

جام نمبر ۱۴ : ایک سفر میں مولانا کی معیت میں ایک ہم وطن دوست کی طلب پر جودھپور جانا ہوا اور لوگوں کی درخواست پر احقر کے متعدد بیانات ہوئے۔ جن سے بفضلہ تعالیٰ بہت نفع ہوا اور اہل بدعت کے خیالات میں بھی ایک درجہ میں نرمی وحسن ظن پیدا ہو گیا۔ ہر بیان کے ختم پر آئندہ بیان کے لیے لوگوں کی درخواست پر وقت اور موقع کا اعلان کر دیا جاتا تھا۔ ایک شب میں ختم وعظ پر ان دوست صاحب نے ایسے موقع کے لیے اعلان کر دیا جہاں وعظ کی درخواست نہ تھی اور وہ محلہ تمام تر اہل فساد اور اہل عناد کا تھا۔ اپنے نزدیک انھوں نے یہ مصلحت سمجھی کہ صبح کو جمعہ تھا اور اس محلہ کی مسجد میں جمعہ بھی ہوتا تھا تو ان کو خیال یہ ہوا کہ اس طرح سے اہل محلہ کے کان میں حق پہنچ جائے گا مگر اس میں خرابی یہ ہوگئی کہ اول تو اس محلہ کے اکثر لوگ سخت مبتدع ومتعصب تھے، پھر خصوصیت کے ساتھ ان کو ان دوست صاحب سے پہلے سے کچھ رنج بھی تھا جس کا سبب جس طرح اہل محلہ کی کج فہمی تھی کسی قدر ان دوست صاحب کی تیز زبانی بھی تھی۔ ان لوگوں کو یہ اعلان نہایت ناگوار ہوا اور وہ یوں سمجھے کہ انھوں نے ہم کو زک دینے کے لیے یہ کارروائی کی ہے اور تہیہ کر لیا کہ وعظ نہ ہونے دیں گے۔ ان دوست صاحب کو بھی قرائن سے اس کا خطرہ ضرور تھا انھوں نے یہ انتظام کیا کہ مجسٹریٹ صاحب کو جو کہ گلاؤٹھی کے رہنے والے اور خوش عقیدہ شخص تھے ایک درخواست دے دی کہ عین موقع پر پولیس کا انتظام کر دیا جائے تاکہ کوئی فتنہ و فساد نہ ہو، چنانچہ درخواست منظور ہو کر ایک سب انسپکٹر مع چند جوانوں کے حاضر رہنے کے لیے مامور ہو گئے۔ ہم لوگوں کو اس کی اطلاع عین اس وقت ہوئی جب کہ جمعہ میں جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ میں نے اپنی طبیعت اور مذاق کے موافق یہ رائے قائم کی کہ ایسی تشویش کی جگہ جانا نہ چاہیے اور تہیہ وعظ کا دل سے نکال دیا اور اس رائے کو مجمع میں ظاہر کر دیا۔ ان دوست صاحب نے تو یہ جواب دیا کہ سب لغو روایتیں ہیں اور یہ راوی جنھوں نے یہ حکایت کی ہے بزدل اور کم ہمت ہیں۔ یہ ہر جگہ یونہی ڈر جاتے ہیں ضرور چلنا چاہیے اور مولانا نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو بھی تب بھی تبلیغ حق میں ایسے امور کی پروا نہ کرنا چاہیے۔ ان دوست کی رائے کی تو مجھ کو کچھ وقعت نہیں ہوئی کیونکہ اس کا منشا میرے خیال میں دنیا تھی مگر مولانا

کے ارشاد پر میں خاموش ہو گیا گو میری رائے اب بھی وہی تھی کہ جانا مناسب نہیں مگر دو وجہ سے موافقت کرلی۔ ایک اس وجہ سے کہ منشا اس رائے کا دین ہے گو وہ امر اجتہادی ہے جس میں موافقت واجب نہیں مگر ناجائز بھی نہیں، دوسرے اس وجہ سے جب مولانا جانے کو تیار ہیں تو میں کیا چیز ہوں کہ اپنی جان بچاؤں غرض سارا مجمع وہاں پہنچا مگر رنگ بدلا ہوا پایا نہ کسی نے سلام کیا نہ کلام کیا اور امامت کے لیے تو کیا پوچھتے نماز سے فراغت ہوئی ان دوست صاحب نے اعلان کیا کہ وعظ ہوگا فوراً محلہ کے ایک شخص نے نہایت تند آواز سے کہا کہ وعظ نہ ہوگا پھر کیا تھا دونوں طرف سے آویزش ہو گئی اور اس قدر شور وغل ہوا کہ خدا کی پناہ، جمعہ کی سنتیں بھی بھول گئے اور اس فرض میں مشغول ہو گئے۔ میں اور مولانا ایک کنارہ پر سنتیں پڑھنے لگے مگر مولانا تو مطمئن اور میں متفکر کہ دیکھئے اس کا کیا انجام ہوتا ہے اور پولیس کا کہیں نام ونشان نہیں یہاں تک اختلاف کی نوبت پہنچی کہ ایک شخص جا کر منبر پر بیٹھ گیا یہ سمجھا کہ جب منبر پر میرا قبضہ ہو جاوے گا پھر وعظ کیسے ہوگا۔ اس سے جہل کا اندازہ کرلیا جاوے۔ ایک خان صاحب ہمارے محبین میں اس مزاج کے تھے وہ خنجر لے کر اس منبر نشین پر حملہ آور ہوئے، ایک خانصاحب ٹونک کے جو سنجیدہ مزاج تھے اس وقت موجود تھے انھوں نے حملہ آور صاحب کا پیچھے سے ہاتھ پکڑ لیا کہ یہ کیا کرتے ہو، ابھی سب پھنس جاویں گے وہ خفا ہو کر اس مجمع سے چلے گئے اور یہاں شور وغل کی وہی حالت۔ جب میں سنتیں پڑھ چکا اور معلوم کرلیا کہ یہ سارا غیظ اس احتمال پر ہے کہ کہیں وعظ نہ ہونے لگے تو میں نے اس فتنہ کے سرغنہ کو اپنے پاس بلایا۔ غنیمت ہے کہ وہ آبیٹھے اور نہایت غصے سے کہا کہئے میں نے کہا کہ کیا تم کو یہ شبہ ہے کہ وعظ ہوگا سو سن لو وہ واعظ میں ہوں اور میرا وعظ ایسا ارزاں نہیں ہے کہ کسی کے سر ہو کر کہوں میں تو بہت خوشامد کرا کر وعظ کہتا ہوں اور اس حالت میں تو میں کسی طرح کہہ ہی نہیں سکتا تم اطمینان رکھو میں ہرگز وعظ نہ کہوں گا بلکہ اب تو اگر تمام اہل محلہ بھی درخواست کریں تب بھی نہ کہوں تم لڑو مت اور یہ اعلان میرے مشورہ سے نہیں ہوا بلکہ خلاف مزاج ہوا، یہ سنتے ہی وہ شخص ٹھنڈا ہو گیا اور اس کے ٹھنڈے ہونے سے سب خاموش ہو گئے۔ میں نے بواسطہ دوسرے شخص کے اس کے بعد یہ قول سنا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ ان لوگوں کی کیا بات ہے ان کی تو جوتیاں ہم اپنے سر پر رکھ لیں یہ سارا فساد فلاں شخص کا ہے جس نے اپنی رائے سے اعلان کر دیا اور یہ بھی مسموع ہوا کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ ہم کو وعظ ہونا ناگوار نہ تھا بلکہ یہ متغلبانہ تصرف ناگوار ہوا، ہم کو خاص طور پر اطلاع کی جاتی ہم خود حاضر ہو کر وعظ کی درخواست کرتے پھر آنے والوں کے لیے خاص طور پر فرش کا، برف کا، شربت کا انتظام کرتے اس طرح سے ہماری سخت اہانت تھی جو ہم کو گوارا نہیں ہوا۔ جب فضا میں سکون ہوا ہم لوگ مسجد سے واپس آ رہے تھے کہ سب انسپکٹر صاحب مع گارڈ کے راستہ میں ملے، کہنے لگے کہ چلئے وعظ کہئے میں نے کہا سبحان اللہ کیا موقع پر پہنچے ہیں یہاں تو خون ہو جاتا آپ کا آنا کس مصرف کا ہوا اور اب وعظ نہیں ہو سکتا وعظ کیا ہوا کھیل ہوا، یہ وہی بات ہوئی ع ”پس ازاں کہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد“ اور وہ بات ہوئی ع ”ہماری جان گئی آپ کی ادا ٹھہری“۔ اس وقت مولانا یہ

فرمار ہے تھے کہ راہ حق میں ایسی کلفت بھی کیسی لذت بخش ہے ف مقصود اس قصہ کے نقل کرنے سے مولانا کا یہ قول نقل کرنا تھا جس سے مولانا کا مذاق وأمر بالمعروف وانه عن المنكر واصبر علی ما اصابک کے اتباع کا کس قدر وضوح سے ثابت ہوتا ہے جس میں اپنی ہمت کو قاصر دیکھتا تھا۔ آخر ضعیف وقوی اور ناقص وکامل میں فرق تو ہونا چاہیے ولنعم ما قیل فی مثل ہذا ۔

نسازد عشق را کنج سلامت خوشا رسوائی کوئے ملامت

وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون.

جام نمبر ۱۵ : ایک سفر میں مولانا کی معیت میں بسواری ریل بہاولپور سے واپسی ہو رہی تھی، اتفاق سے اس درجہ میں صرف میں اور مولانا ہی تھے اور رفقاء دوسرے درجہ میں تھے۔ ظہر کا وقت تھا گرمی سخت تھی اور پسینہ کثرت سے نکل رہا تھا۔ مولانا غایت تواضع اور بے تکلفی سے پنکھا ہاتھ میں لے کر مجھ کو ہوا کرنے لگے۔ میں اس کا تحمل کب کر سکتا تھا پریشان ہو کر پنکھا پکڑ لیا فرمانے لگے کیا حرج ہے کوئی دیکھتا تھوڑا ہی ہے۔ یہ اس لیے فرمایا تھا کہ اس وقت درجہ میں کوئی تیسرا نہ تھا۔ میں نے عرض کیا کہ دیکھتا تو ہے فرمایا کون دیکھتا ہے میں نے کہا کہ جس کے لیے میں آپ کا ادب کرتا ہوں وہ دیکھتا ہے۔ ہنسنے لگے اور پنکھا چھوڑ دیا ف کیا انتہا ہے اس بے نفسی کی اپنے چھوٹوں کے ساتھ یہ برتاؤ اور اس سے بڑھ کر یہ کمال ہے کہ ہے جب دیکھا کہ طبیعت پر گرانی ہے تو اپنے ارادہ پر اصرار نہیں فرمایا اور یہ کمال بڑھ کر اس لیے ہے کہ پہلے عمل میں تو اپنے رفیق کے جسم کی رعایت تھی اور دوسرے عمل میں قلب کی رعایت اور ثانی کا اول سے اکمل ہونا ظاہر ہے۔

جام نمبر ۱۶ : مجھ کو متعدد سفروں میں مولانا کی معیت کا اتفاق رہا، میں بکثرت دیکھتا تھا کہ محنت مشقت کا کام کرنے میں بوجھ اُٹھانے میں نہ کسی رفیق کا انتظار فرماتے تھے اور نہ کسی اجیر کا، ہر کام اپنے ہاتھ سے کرنے کو آمادہ ہو جاتے تھے گو خدام اس کی تکمیل نہ ہونے دیتے تھے مگر بعض اوقات خدام سے سبقت فرما جاتے تھے۔ ف اپنا یا رفقاء کا کام اپنے ہاتھ سے کرنا عین اتباع سنت ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنے ہمراہیوں سے ممتاز ہو کر نہ رہتے تھے خصوصاً سفر میں اور اکثر کام اپنے ہاتھ سے کر لیتے تھے۔

جام نمبر ۱۷ : ایک بار میں سہارنپور غالباً جلسہ مدرسہ میں حاضر ہوا، بعد جلسہ کے ایک گاؤں والوں نے (جس کا نام غالباً شیخوپورہ ہے) مولانا کو مع دوسرے خدام اور احقر کے مدعو کیا اور اس سے دوسرے دن ایک تاجر چاول مقیم سہارنپور نے ہم سب کی مع بعض مہمانان مقیمین دعوت کی۔ مولانا نے وعدہ فرمالیا کہ گاؤں سے واپس آ کر دوپہر کا کھانا

تمہارے یہاں کھالیں گے شام کو گاؤں گئے اور شب کو وہاں مقیم رہے پھر صبح کو عین ایسے وقت کہ خوب زور سے بارش ہورہی تھی اسٹیشن ٹپری پر سوار ہوئے۔ اہل موضع ایسے وقت کے سفر کو گوارا نہ کرتے تھے اور قیام پر مصر تھے لیکن چونکہ ان سوداگر صاحب سے وعدہ تھا اس لیے بھیگتے ہوئے ریل پر پہنچے اور سہارنپور اترے۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے مدرسہ کو آرہے تھے کہ راستہ میں وہ سوداگر صاحب ملے، مولانا نے گاڑی ٹھہرا کر یا آہستہ کرا کر (یاد نہیں) ان کو اپنی واپسی کی اطلاع کی کہ ہم لوگ اپنے وعدہ پر آگئے ہیں تو آپ کیا مزہ کا جواب دیتے ہیں کہ مجھ کو امید واپسی کی نہ تھی اس لیے میں نے کچھ سامان نہیں کیا اب کل صبح دعوت ہے۔ اس وقت مولانا کا حلم اور میرا غصہ دیکھنے کے قابل تھا مگر بوجہ ادب کے غصہ ظاہر نہ کرسکتا تھا اور مولانا نے منظور فرمالیا اور کھڑے چڑھے سب مہمانوں کے کھانے کا انتظام فرمانا پڑا! اگلے دن کی دعوت سے میں نے عذر کردیا جس کی اصل وجہ تو غصہ تھا مگر ظاہری عذر یہ کیا کہ سویرے بھوک نہیں لگتی اور دیر میں ریل نہ ملے گی اور مجھ کو کل وطن جانا ضروری ہے۔ مولانا نے سفارش فرمائی کہ دعوت میں شریک ہوجانا اگر رغبت ہوئی کچھ کھالینا ورنہ اصرار نہ ہوگا چنانچہ اگلے روز سب حضرات ان کے مکان پر پہنچے اور کھانا لایا گیا، میں بھی بیٹھا رہا مگر کھانے کی خواہش نہیں ہوئی کچھ تو غصہ کے سبب کچھ خلاف معمول ہونے کے سبب، تھوڑی دیر میں اجازت لے کر مکان سے باہر آیا اور صاحب دعوت کو بھی فرمائش کرکے ہمراہ لایا اور باہر آکر ان کی اس نامعقول حرکت پر اچھی طرح کان کھولے اور توبہ کرائی ف اس سے مولانا کا حلم ظاہر ہے اور حلم بھی اتنے درجہ کا کہ میں اس میں ساتھ نہیں دے سکا۔

جام نمبر ۱۸ : احقر کو بعض امور اجتہادیہ ذوقیہ متعلقہ معاشرت و انتظام میں رائے کا اختلاف تھا اور اس اختلاف کے ہوتے ہوئے میرا یہ خیال تھا کہ مجھ کو مولانا سے صرف اعتقاد عقلی ہوسکتا ہے انجذاب طبعی نہ ہوگا مگر کیفیت یہ تھی کہ حاضری تو حاضری تصور کرنے سے اس قدر انجذاب ہوتا تھا کہ میری سمجھ میں نہ آتا تھا اور غالباً اسی کا اثر ہوگا کہ خواب میں بھی اگر کبھی زیارت ہوتی تو اسی شان سے ہوتی یہ کھلی دلیل ہے محبوبیت کی کہ محبت کو گمان بھی نہیں بلکہ احتمال عدم کا ہے مگر طبیعت ہے کہ کھنچی چلی جاتی ہے اور میں اس کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت اپنے اوپر سمجھتا ہوں کہ اس اختلاف کے ضرر سے مجھ کو محفوظ رکھا۔

جام نمبر ۱۹ : احقر نے جو عقدِ ثانی کیا اس کے دوران میں یا بعد میں (یاد نہیں رہا) بعض ثقات سے معلوم ہوا کہ مولاناؒ کی نظر میں پہلے ہی سے اس کا استحسان تھا اور رائے بھی ظاہر فرمائی تھی مگر غالباً یہ خیال تھا کہ احقر منکوحہ اولیٰ کے سبب اس کی ہمت نہ کرے۔ جب اس کا وقوع ہوگیا بہت مسرت ظاہر فرمائی اور میری اس درخواست کے جواب میں ''کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اس میں برکت فرمادے'' یہ فرمایا کہ ہم کو تو برکات کی توقع ہے۔ (کما فی اصلاح الانقلاب)

ف اس سے مولانا کا تعلق نیازمندوں کی مصالح ظاہرہ وباطنہ سے ظاہر ہے، یہ شان فیوض مقام نبوت سے ہے ورنہ مقام ولایت کے فیض کی شان دوسری ہوتی ہے کہ کسی مصلحت میں دخل نہ دیا جائے۔ اور اول کا اکمل ہونا معروف ہے۔

جام نمبر ۲۰ : اور اس جام میں دوسرے نوع جام کی طرف بھی اشارہ ہے جو اس شعر میں مذکور ہے۔

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید زجام دہر مے کل من علیها فان

یعنی اس میں وفات کے بعد برزخ کا ایک واقعہ مذکور ہے گو ظنی ہے لیکن مبشرات میں سے ہونے کے سبب قابل ذکر ہے اور یہ ایک ثقہ کا خواب ہے جن کا نام محمد عمر فاروق مقیم غازی پور زیر قلعہ کہنہ ہے۔ ان کا خط ۱۳؍رجب ۱۳۴۶ھ کو میرے پاس آیا جو بعینہ منقول ہے اور اسی پر اس عجالہ کو ختم کرتا ہوں، وھو ہذا حال میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کی بھی زیارت سے شرف یاب ہوا ہوں۔ مولانا مرحوم کو خواب میں بہت ہی خوش دیکھا۔ احقر نے عرض کیا کہ آپ تو زندہ ہیں لوگوں نے ناحق وفات کی خبر اڑادی اس پر مولانا نے ہنس کر فرمایا میں تو زندہ ہوں پھر یہ دیکھا کہ مولانا کسی طالب علم کو مالابدمنہ پڑھانا چاہتے ہیں انتھت الرؤیا۔ ف تعبیر ظاہر ہے کہ میں تو زندہ ہوں مصداق ہے اس قول کا ۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اور مالابدمنہ پڑھانا ارشارہ ہے مولانا کے جامع بین الفقہ الظاہر والفقہ الباطن کی طرف کیونکہ مالابدمنہ کے مصنف دونوں کے جامع ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اشارہ ہے شان غلبہ فقہ ظاہر کی طرف چنانچہ مالابدمنہ میں غالب حصہ یہی ہے واللہ اعلم وہذا آخر ما اردت ایرادہ فی ہذا الحین نفع اللہ بہ الطالبین ورزقنا حبہ وحب نبیہ وحب الصالحین فقط

اوائل ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ

مقام تھانہ بھون۔

باب : ۶ قسط : ۱۲

دینی مسائل

﴿ تیمّم کا بیان ﴾

☆

تیمّم کی سنتیں :

تیمّم کی سنتیں آٹھ ہیں :

(۱) ہاتھوں کو مٹی پر رکھ کر (۲) آگے کو لانا (۳) پھر پیچھے کو لے جانا (۴) پھر ان کو جھاڑنا (۵) انگلیاں کھلی رکھنا تا کہ ان کے درمیان میں غبار آجائے (۶) شروع میں بسم اللہ پڑھنا (۷) ترتیب کا لحاظ رکھنا (۸) پے درپے تیمّم کرنا۔

تیمّم کا مسنون طریقہ :

دل میں یہ نیت وارادہ کرکے کہ میں پاک ہونے یا نماز پڑھنے کے لیے تیمّم کرتا ہوں بسم اللہ پڑھے اور انگلیاں کھلی رکھتے ہوئے دونوں ہاتھ پاک زمین پر مارے اور ان کو زمین پر پہلے آگے کو پھر پیچھے کو ہلائے۔ پھر ان دونوں کو جھاڑے (تا کہ بازوں اور منہ پر بھبھوت نہ لگ جائے اور صورت نہ بگڑے) اور سارے منہ کو مل لے مرد اپنی داڑھی کا خلال کرے۔ پھر فوراً ہی دوسری مرتبہ حسب سابق دونوں کو زمین پر مارے اور آگے پیچھے کو ہلائے اور جھاڑ کر دونوں ہاتھوں پر کہنی سمیت ملے۔ یہ اس طرح کہ پہلے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور انگشت شہادت کو چھوڑ کر تین انگلیوں اور ہتھیلی کے کچھ حصہ کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے سوا چاروں انگلیوں کے سرے پر پشت کی جانب رکھ کر کہنی تک کھینچ لائے۔ پھر انگوٹھے اور انگشت شہادت اور باقی ہتھیلی کو سامنے کی طرف رکھ کر کلائی تک کھینچے اور دائیں انگوٹھے کا بھی اس کے ساتھ ہی مسح کرے۔ پھر ایسے ہی بائیں ہاتھ کا مسح کرے۔ انگوٹھی چھلے اتار ڈالے تا کہ کوئی جگہ چھوٹ نہ جائے۔ عورت بھی چوڑیاں کنگن وغیرہ کے درمیان اچھی طرح ملے اگر اس کے گمان میں بال برابر بھی کوئی جگہ چھوٹ جائے گی تو تیمّم نہ ہو گا۔ انگلیوں میں خلال کرے۔

تیمّم کو توڑنے والی چیزیں :

مسئلہ : جتنی چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اور پانی مل جانے سے بھی ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح اگر تیمّم کرکے آگے چلا اور پانی ایک میل شرعی سے کم فاصلہ پر رہ گیا تو بھی تیمّم ٹوٹ گیا۔

مسئلہ : اگر وضو کا تیمّم ہے تو وضو کے موافق پانی ملے گا تب تیمّم ٹوٹے گا اور اگر غسل کا تیمّم ہے تو جب غسل کے

موافق پانی ملے گا تب تیمم ٹوٹے گا اگر پانی کم ملا تو تیمم نہیں ٹوٹا۔ اور موافق کا مطلب یہ ہے کہ اتنا پانی مل جائے جس سے غسل اور وضو کے فرائض ادا ہو سکیں خواہ سنتیں ادا ہو سکیں یا نہ ہو سکیں۔

مسئلہ : اگر راستہ میں پانی ملا لیکن اس کو پانی کی کچھ خبر نہ ہوئی کہ یہاں پانی ہے تو بھی تیمم نہیں ٹوٹا اسی طرح اگر راستہ میں پانی ملا اور معلوم بھی ہو گیا لیکن ریل پر سے نہ اُتر سکا تو بھی تیمم نہیں ٹوٹا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص ریل پر سوار ہوا ہو اور اس نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا ہو اور راستہ میں چلتی ہوئی ریل سے اسے پانی کے چشمے تالاب، وغیرہ دکھائی دیں تو اس کا تیمم نہ ٹوٹے گا کیونکہ اس صورت میں وہ پانی کے استعمال پر قادر نہیں ریل نہیں ٹھہر سکتی اور چلتی ہوئی ریل سے اُتر نہیں سکتا۔

مسئلہ : اگر بیماری کی وجہ سے تیمم کیا ہے تو جب بیماری جاتی رہے کہ وضو اور غسل نقصان نہ کرے تو تیمم ٹوٹ جائے گا اب وضو کرنا اور غسل کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : پانی نہیں ملا اس وجہ سے تیمم کر لیا پھر ایسی بیماری ہو گئی جس سے پانی نقصان کرتا ہے پھر بیماری کے بعد پانی مل گیا تو اب وہ تیمم باقی نہیں رہا جو پانی نہ ملنے کی وجہ سے کیا تھا لہٰذا اب بیماری کے لیے پھر سے تیمم کرے۔

متفرق مسائل :

مسئلہ : جب تک پانی سے وضو نہ کر سکے برابر تیمم کرتا رہے چاہے جتنے دن گزر جائیں کچھ خیال و وسوسہ دل میں نہ لائے، جتنی پاکی وضو اور غسل سے ہوتی ہے اتنی ہی پاکی تیمم سے بھی ہو جاتی ہے۔

مسئلہ : جس طرح وضو کی جگہ تیمم درست ہے اسی طرح غسل کی جگہ بھی مجبوری کے وقت تیمم درست ہے۔

ایسے ہی جو عورت حیض یا نفاس سے پاک ہوئی ہو مجبوری کے وقت اس کو بھی تیمم درست ہے۔ وضو اور غسل کے تیمم میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں کا ایک ہی طریقہ ہے۔

مسئلہ : اگر زمزم کا پانی زمزمی میں بھرا ہوا ہے تو تیمم کرنا درست نہیں زمزمی کو کھول کر اس پانی سے نہانا اور وضو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : پانی موجود ہوتے وقت قرآن کو چھونے کے لیے تیمم کرنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ : جس شخص کو اخیر وقت تک پانی ملنے کا یقین یا گمان غالب ہو اس کو نماز کے اخیر مستحب وقت تک انتظار کرنا مستحب ہے مثلاً کنویں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور یہ یقین غالب ہو کہ اخیر مستحب وقت تک رسی ڈول مل جائے گا یا کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور یقین یا گمان غالب ہو کہ اخیر وقت تک ریل ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی مل سکتا ہے تو اخیر مستحب وقت تک انتظار مستحب ہے اور اگر پانی کا انتظار نہ کیا اول ہی وقت نماز پڑھ لی تب بھی درست ہے۔

مسئلہ : اگر نہانے کی ضرورت تھی اس لیے غسل کیا لیکن ذرا سا بدن سوکھا رہ گیا اور پانی ختم ہو گیا تو ابھی وہ

پاک نہیں ہوا اس لیے اس کو تیمم کر لینا چاہیے جب کہیں نہانے کو پانی ملے تو اتنی سوکھی جگہ دھولے پھر سے نہانے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : کسی کا کپڑا یا بدن نجس ہے اور وضو کی بھی ضرورت ہے اور پانی تھوڑا ہے تو بدن اور کپڑا دھولے اور وضو کے عوض تیمم کر لے۔

مسئلہ : ایک مقام سے اور ایک ڈھیلے سے چند آدمی یکے بعد دیگرے تیمم کریں تو درست ہے۔

مسئلہ : اگر وہ عذر جس کی وجہ سے تیمم کیا گیا ہے آدمیوں کی طرف سے ہو تو جب وہ عذر جاتا رہے تو جس قدر نمازیں اس تیمم سے پڑھی ہیں سب دوبارہ پڑھنا چاہئیں مثلاً کوئی شخص جیل خانہ میں ہو اور جیل کے ملازم اس کو پانی نہ دیں یا کوئی اس سے کہے کہ اگر تو وضو کرے گا تو میں تجھ کو مار ڈالوں گا تو اس تیمم سے جو نماز پڑھی ہے اس کو پھر دہرانا پڑے گا۔

مسئلہ : جو شخص پانی اور مٹی دونوں کے استعمال پر قادر نہ ہو، خواہ پانی اور مٹی نہ ہونے کی وجہ سے یا بیماری سے تو اس کو چاہیے کہ نماز بلا طہارت پڑھ لے پھر اس کو طہارت سے لوٹالے مثلاً کوئی شخص ایئر کنڈیشنڈ ریل میں ہو اور نماز کا وقت آجائے اور پانی اور وہ چیز جس سے تیمم درست ہے جیسے مٹی اور مٹی کا برتن یا گرد و غبار نہ ہو اور نماز کا وقت جاتا ہو تو ایسی حالت میں بلا طہارت نماز پڑھ لے۔ اسی طرح جو شخص جیل میں ہو اور وہ پاک پانی اور مٹی پر قادر نہ ہو تو وضو اور تیمم کے بغیر نماز پڑھ لے۔ اور دونوں صورتوں میں جو نماز پڑھے گا وہ محض مشابہت ہوگی حقیقت میں نماز نہ ہوگی اور اس میں قرأت نہ کرے گا بعد میں نماز کو لوٹانا پڑے گا۔ (جاری ہے)

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

باب اول

قسط :۱۳

تحریکِ احمدیت

﴿برطانوی یہودی گٹھ جوڑ﴾

زیرِ نظر مضمون جناب بشیر احمد صاحب کی انگریزی کتاب **Ahmedia Movement British-Jewish Connection** ----- کا اُردو ترجمہ (تحریکِ احمدیت برطانوی یہودی گٹھ جوڑ) جو جناب احمد علی ظفر صاحب نے کیا ہے۔ کتاب کا مواد انڈیا آفس لائبریری لندن سے حاصل کیا گیا ہے جو پنجاب انٹیلی جنس کی رپورٹ پر مشتمل ہے۔ ادارہ اس کی محض تاریخی افادیت کے پیشِ نظر اسے قسط وار قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ رپورٹ کے مندرجات اور مصنف کے ذاتی رجحانات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار :

ہندوستان میں برطانوی راج کو مرزا صاحب خدا کی ایک نعمت عظیمہ خیال کرتے تھے۔ آپ نے اپنے پیروکاروں کو پرزور تاکید کی کہ وہ ان کے ساتھ بھرپور تعاون کریں کیوں کہ اسی میں ان کی نجات اور خدا کی رضامندی ہے۔ یہ صرف برطانوی سامراجیوں کا استحقاق تھا کہ وہ توپوں کے گولے چلائیں یا اسلحہ لہرائیں۔ اس کے برعکس بیکار مذہبی مباحث میں زبان چلانا اور قلم گھسیٹنا مسلمانانِ عالم کی ذمہ داری تھی۔ مرزا صاحب کہتے ہیں "چونکہ میری زندگی کا زیادہ تر حصہ برطانوی حکومت کی وفاداری کے پرچار میں گزرا ہے۔ جہاد کی مذمت اور برطانوی حکومت کی وفاداری کے پرچار پر میں نے اتنی کتابیں لکھیں ہیں کہ اگر ان کو اکٹھا کر دیا جائے تو پچاس الماریاں بھر جائیں"۔ [1]

ایک اور کتاب میں آپ سوال پوچھتے ہیں :

"پھر میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد حفظ و امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لیے برابر سترہ سالوں (۱۸۸۵ تا ۱۸۹۷) تک پورے جوش سے پوری استقامت سے کام کیا۔ کیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدت دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے مخالف ہیں کوئی نظیر ہے؟ کوئی نہیں"۔ [2]

1.Mirza Ghulam Ahmad,Taryaq-ul-Quloob,Qadian,1899,P.15

2.Mirza Ghulam Ahmad,Sitara Qaaisarya,Qadian,1899,P.3

ہمیں مرزا غلام احمد کی انگریز کی حمایت میں لکھی گئی تحریروں پر کوئی اعتراض نہیں، نہ ہوگا اگر وہ ذاتی نوعیت کی ہوتیں۔ آخر اور کئی لوگ انگریز سے کھلی وفاداری کا اظہار کر رہے تھے، مگر آپ اپنے ہر اس فقرے کو جو آپ کے ہونٹوں سے نکلتا ہے ''وحی والہام'' کہتے ہیں۔ ہمیں خدا کی وحی کی رو سے انگریز کی سامراجی ظالمانہ حکومت کی آنکھ بند کر کے اطاعت پر سخت اعتراض ہے۔ (Phoenix, His Holiness,P.63)

قادیانیوں کا جماعتی آرگن ''ریویو آف ریلیجنز قادیان'' بڑے واضح انداز سے مرزا صاحب کی ان خدمات کا تذکرہ کرتا ہے جو آپ نے برطانوی نوآبادیاتی نظام کے استحکام کے لیے سرانجام دیں۔ جریدہ لکھتا ہے :

''جماعت احمدیہ کے بانی کی تحریروں کو عظیم سفارت کاروں اور حکومت میں موجود دانشوروں نے بہت سراہا ہے''۔

سر فریڈرک کننگھم نے جو پشاور ضلع کا مہتمم اور سپرنٹنڈنٹ تھا، نے ۱۹۰۰ میں مرزا صاحب کو لکھا :

''جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں یہ اسلام کے نظریے کی ایک منصفانہ اور روشن خیال تعبیر ہے جس میں آپ کے علم اور قوت فیصلہ کا برابر حصہ ہے۔ مجھے کوئی شک نہیں کہ آپ جیسے شہرت یافتہ معلم کے بیان کا ہر اچھا محمڈن (مسلمان) خیر مقدم کرے گا۔ اپنے عقیدے کے محافظ کے طور اور اس ثبوت کے باعث کہ اسلام ایسے جرائم پر پردہ نہیں ڈالتا جو عیار یا جاہل لوگ مذہب کے لبادے میں کرتے ہیں۔ مجھے بڑی خوشی ہوگی اگر آپ کے رسالے اور فتوی کی صوبہ سرحد میں وسیع پیمانے پر تشہیر کی جائے۔ [1]

اسی طرح امریکہ یونیورسٹی بیروٹ کے پروفیسر ٹوائے نے اسلامی خطرہ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں اس نے عام مسلمانوں کے خیالات پر ان اثرات کی تعریف کی گئی جو جماعت احمدیہ نے مرتب کیے ہیں۔ [2]

جوبلی تقریبات :

مرزا غلام احمد برطانوی نوآبادکاروں کے ساتھ وفاداری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ آپ نے ۲۰ رجون ۱۸۹۷ء کو قادیان میں اپنی مربیہ اور کفیلہ اعظم ملکہ وکٹوریہ کی پچھترویں جوبلی کے لیے ایک خاص تقریب کا اہتمام کیا۔ قادیانی زعماء نے چھ زبانوں میں تقریریں کیں اور راج کی برکات پر روشنی ڈالی۔ ملکہ کی درازی عمر اور ہندوستان میں اس کے شاندار راج کی خوشحالی اور استقلال کی دعائیں مانگی گئیں، قصبے کے غریب لوگوں میں کھانا تقسیم کیا گیا۔ جبکہ تمام گھروں، گلیوں اور مسجدوں میں چراغاں کیا گیا۔ بیس جون کو وائسرائے ہند لارڈ ایلگن کو مبارکباد کا تار بھجوایا گیا۔ اس مبارک موقع کی مناسبت سے ڈپٹی کمشنر کے ذریعہ ملکہ وکٹوریہ کو کتاب ''تحفہ قیصریہ'' کا ایک خوبصورت مجلد نسخہ بھجوایا گیا۔ [3]

1. Review of Religions, Qadian,Vol.VI.1907

2. Review of Religions,Qadian,Vol.V.May1906,P.190

3.MirQasimAli,Tabligh-i-Risalat,Vol.VI,P.130

ملکہ عالیہ کو ارسال کردہ تحفے میں آپ نے بڑے ہی عاجزانہ طریقے سے ایک مختصر حاشیے میں اپنے گھرانے کی ان سیاسی خدمات کا تذکرہ کیا جو ۱۸۵۷ء اور اس کے بعد کے دور سے لے کر اس وقت تک جب آپ نے سلطنت کی خاطر اپنے عظیم کام کا بیڑہ اُٹھایا تھا، سرانجام دی تھیں۔ آپ نے اپنی خدمات گنوائیں اور اپنے آپ کو برطانوی سلطنت کے حد درجہ خیر خواہ اور ذلیل خوشامدی کے طور پر پیش کیا۔ انہوں نے بڑی شدت سے ملکہ کی طرف سے جواب کا انتظار کیا اور جب ملکہ نے یہ تحفہ قبول کرلیا تو آپ کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا اور ملکہ کے اس احسان عظیم پر آپ نے اس کا بے تحاشہ شکریہ ادا کیا۔ ملکہ معظمہ کے دربار عالی سے اپنے تحفے اور خدمات کی پسند کے چند جملوں کے لیے آپ کتنے بے چین تھے۔ اس کا اندازہ آپ کی اس وحی سے لگایا جا سکتا ہے جو چار اکتوبر ۱۸۹۹ کو اُتری۔ ''مجھ پر یہ وحی کی گئی کہ ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے شکریہ'' (''تذکرہ صفحہ نمبر ۳۴۱'' ایک کشف میں آپ نے دیکھا کہ ملکہ آپ کے گھر قادیان آئی ہے ''تذکرہ صفحہ نمبر ۳۲۷'')

ملکہ وکٹوریہ کی ۵۷ ویں جوبلی کا دن ہندوستان میں برطانوی نوآبادکاروں کے خلاف نفرت کی ایک لہر لے کر آیا۔ اسی دن شام کو دو یورپیوں کو مسٹر رانڈ جو کہ ہندوستانی افسر شاہی سے تعلق رکھتا تھا اور لیفٹیننٹ ایئرسٹ، کو ایک سرکاری استقبالیہ سے واپس آتے ہوئے راستے میں ایک ہندو برہمن نے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا۔ یہ ایک سیاسی نوعیت کا قتل تھا اور ہندوستان میں برطانوی راج کے خلاف غم وغصہ کا حد درجہ اظہار۔

۲۲ جنوری ۱۹۰۱ کو ملکہ وکٹوریہ نے یہ وفات پائی۔ مرزا غلام احمد اپنی مربیہ ملکہ عالیہ معظمہ کی وفات پر بڑے رنجیدہ ہوئے۔ آپ نے برطانوی حکومت کو مندرجہ ذیل برقی تار ارسال کیا:

''میں اور میرے پیروکار اس گہرے غم کا اظہار کرتے ہیں جو ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی وفات کے باعث بہت بڑے نقصان کی شکل میں برطانوی سلطنت کو پہنچا ہے''۔ انڈیا آفس لائبریری لندن میں یہ خط موجود ہے۔ دیکھیں ''حکومت ہند محکمہ داخلہ کی جانب سے لارڈ جارج فرانسس ہیملٹن۔ معتمد برائے داخلہ برائے ہندوستان۔ نمبر ۲۴۔ بتاریخ ۲۴-۳-۱۹۰۱ مرزا غلام احمد رئیس قادیان کی پٹیالہ سے برقی تار۔ بتاریخ ۲۴ جنوری ۱۹۰۱)۔

جاسوس نبی:

مرزا صاحب کی اپنی تحریریں پڑھ کر بعض اوقات کراہت سی محسوس ہوتی ہے، جن میں وہ برطانوی سامراج کی قصیدہ گوئی کرتے ہیں اور بلاشبہ اپنے آپ کو ایک کاسہ لیس اور خوشامدی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ جب کبھی وہ برطانوی راج کے متعلق بات کرتے ہیں مرزا غلام احمد نے اپنی تحریروں کے ۲۴ صفحات (۱۸۸۲ تا ۱۸) کا حوالہ دیا ہے جن میں آپ نے برطانوی سامراج کی تعریفیں کی ہیں۔ (۲۴ فروری ۱۸۹۸ کو لیفٹیننٹ گورنر پنجاب سر ولیم میکورتھ ینگ کے نام میموریل اس کے بعد کی دہائی میں آپ نے اپنی سیاسی خدمات کا زبردست ڈھنڈورا پیٹا اور اپنے آقاؤں سے وفاداری اور

عالم اسلام کی مذمت میں بہت کچھ لکھا اور انہیں وحی کی تائید عطا کی ۔) آپ اپنے آپ کو ان حدوں تک لے گئے کہ ایک برطانوی جاسوس کے طور پر خدمات سرانجام دینے پر تیار تھے ۔ برطانوی حکومت کو اپنی سیاسی خدمات پیش کرتے وقت آپ ہندوستان کے ان علماء کے نام معلوم کرنے پر اُتر آئے جو برطانوی ہند کو دارالحرب قرار دیتے تھے یا جہاد کو ایک ناگزیر ضرورت سمجھتے تھے ۔ وہ اسلامی شریعت کی رو سے دارالحرب میں نماز جمعہ کی بجائے نماز ظہر ادا کرنے کے حامی تھے ۔ برطانیہ کے ان دشمنوں کو بے نقاب کرنے کے لیے مرزا صاحب نے یکم جنوری ۱۸۹۸ء کو وائسرائے کو ایک میموریل روانہ کیا جس میں یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ جمعہ کو چھٹی کا دن قرار دیا جائے اور اس تجویز کی تائید کے لیے تمام سرکردہ مسلمان علماء کے پاس بھجوایا جائے ۔ اس کے حاشیے میں آپ نے یہ واضح کر دیا کہ جو اس کی توثیق نہیں کرے گا وہ اپنے آپ کو حکومت کا مخالف اور انگریز کا دشمن ثابت کرے گا [1]

جاسوس پیغمبر نے گورنر جنرل ہند کو ایک درخواست بھیجی جس میں یہ پیش کش کی کہ وہ ''خدا کی طرف سے بھیجی گئی برطانوی حکومت'' کے بدخواہوں کو بے نقاب کرے گا اور بڑے خلوص سے التجاء کی کہ علماء کی طرف سے خطبہ جمعہ مں برطانوی راج کی برکات کا تذکرہ کیا جائے ۔ یہ بھی خواہش کی گئی کہ اگر گورنمنٹ چاہے تو وہ قادیانی خفیہ ذرائع سے تیار کی گئی برطانیہ مخالف بیوقوف علمائے ہند کی فہرست بھی حکومت کو پیش کر سکتے ہیں ۔ دانا حکومت اسے ایک حکومتی راز کے طور پر سنبھال کر رکھے تاکہ اس پر مستقبل میں عملدرآمد کیا جا سکے ۔ آپ نے نمونہ تحریر کا ایک خاکہ اس کے ساتھ منسلک کیا جس میں نام، جگہ اور کیفیت وغیرہ کے خانے بنے ہوئے تھے تاکہ برطانیہ مخالف علماء ہند کے ناموں کا اندراج کیا جا سکے ۔ [2]

اس جاسوسی کے علاوہ آپ نے بڑے شاطرانہ انداز میں علماء کو غیر ضروری مذہبی مباحث میں الجھائے رکھا ۔ آپ نے ان کے خلاف بڑی غلیظ اور اشتعال انگیز زبان استعمال کی اور ان کی کردارکشی کرتے رہے ۔ ان جہادی علماء کے خلاف جو ہندوستان میں برطانوی سامراجیت کے خلاف برسرپیکار تھے ۔ ان کے خلاف جنگ چھڑنے کے بعد آپ نے ہندو اور عیسائی مذاہب کے ساتھ مباحثے شروع کر دیئے تاکہ برطانوی حکمت عملی ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی محافظت میں فرقہ وارانہ اشتعال انگیزی کو ہوا دی جا سکے ۔ ہر مذہب کے لوگوں کو یہ احساس دلایا جائے کہ وہ اپنے تحفظ اور بقاء اور اپنے نظریات کی تشہیر کے لیے حکومت کا مکمل ساتھ دے ۔ علماء کو مذہبی مباحث میں عیاری کے ساتھ الجھانے کے بعد آپ ان کے حملہ کا نشانہ برطانوی سامراجیت سے ہٹا کر ارتداد احمدیت پر منتقل کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔ آپ نے اپنے مخالفین کے لیے موت اور ذلت کی پیش گوئیاں کیں اور جب آپ کی پیش گوئیاں غلط ثابت ہو گئیں تو وہ اپنے بیانات کی تشریح میں

1. Mir Qasim Ali Qadian ,Tabligh-e-Risalat ,vol v,Qadian,1922 p.6

2.Tabligh-e-Risalat , vol. v,p.11

احمقانہ انداز میں دور کی کوڑیاں لائے۔آپ کو ہمیشہ شرمندگی اُٹھانی پڑی۔آپ کے کردار کی ایک اہم بات آپ کی ہر پیش گوئی کی تکمیل کے لیے بے شرمی پر مبنی اصرار تھا۔انصاف کے کسی بھی معیار پر یہ آسانی سے کہا جاسکتا ہے کہ منجم آپ سے بہتر پیش گوئیاں کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے اکثر قیاسیات صحیح ثابت ہوئے ہیں۔مرزا صاحب کی نبوت کا سب سے بڑا مواد آپ کی پیش گوئیاں ہیں جو زیادہ تر آپ کے معاشی مفاد یعنی منی آڈروں کی وصولی، چندوں اور تحائف کا حصول اور آپ کے دشمنوں کی ذلت اور موت اور مقدمے بازی میں آپ کی کامیابی پر منتج ہوتی تھیں۔ [1]

دلچسپ پیش گوئیوں میں ایک آپ کی محمدی بیگم سے شادی کی شدید تمنا ہے جو کہ آپ کے قریبی رشتے داروں میں ایک پرکشش اور خوب صورت لڑکی تھی یہ پیش گوئی کی کہ وہ بہر حال آپ کی دلہن بنے گی،مگر ایسا نہ ہوسکا۔آپ نے اپنی پیش گوئیوں میں اسے آسمانی دلہن قرار دیا۔خوف،تحریص اور دباؤ کے ہر حربے کے باوجود اس لڑکی کے والد نے مرزا صاحب کی خواہشات کے آگے سر تسلیم خم نہ کیا۔اس فسانہ رسوائی نے ہندو اور عیسائی مخالفین کو ہمارے نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ پر بڑی ہوشیاری سے کیچڑ اچھالنے کا موقع فراہم کردیا۔کیونکہ مرزا صاحب بھی اپنے آپ کو اسلام کا علمبردار اور ہمارے حضورؐ کے ظلی نبی ہونے کا دعویدار تھا۔مرزا صاحب کی زندگی کے دوران میں ہی محمدی بیگم کی شادی مرزا سلطان محمود سے ہوگئی اور نہ تو مرزا سلطان محمود نے مرزا صاحب کے الہامات کے مطابق وفات پائی اور نہ ہی محمدی بیگم بیوہ ہوکر آپ کے نکاح میں آئی۔ (جاری ہے)

انتقالِ پر ملال

فاضل دیوبند اور حضرت اقدسؒ بانی جامعہ کے ہم سبق حضرت مولانا احمد حسن صاحب پشاوری مدظلہم کی اہلیہ محترمہ لاہور میں ماہ جون کے آخر میں وفات پاگئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحومہ بہت نیک دل خاتون تھیں،اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند ترین درجات عطا فرمائے۔آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کرایا گیا۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

---

1. Mirza Ghulam Ahmad , Haqiqat-ul- wahi,Qadian ,1907

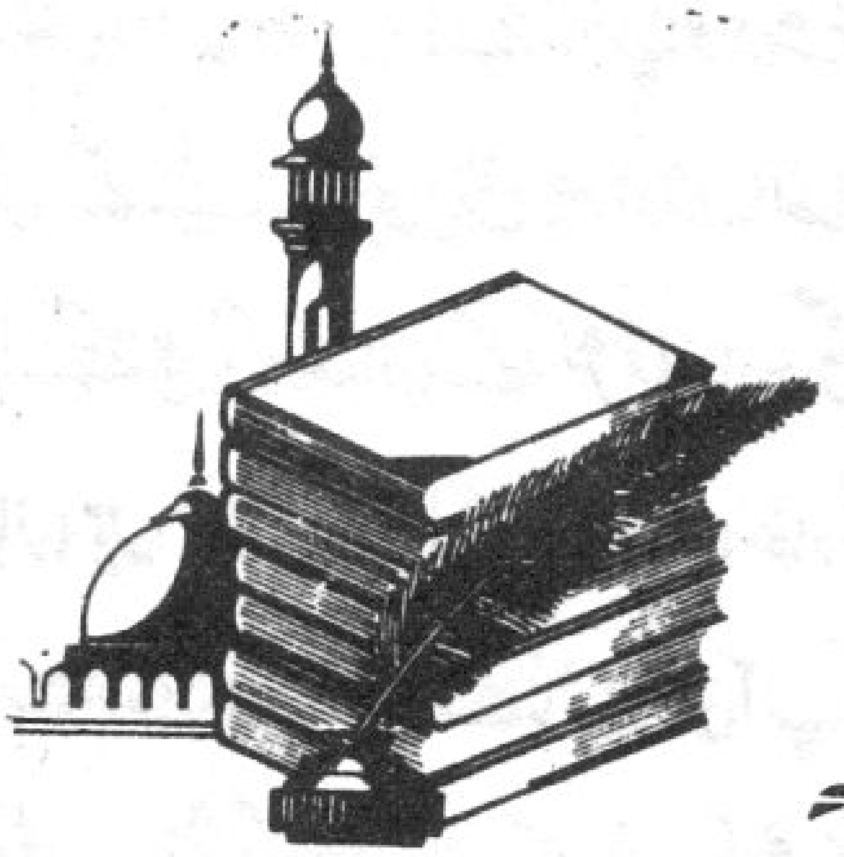

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : مجموعۂ مقالات، (۴ جلد)

ترتیب : مولانا محمد اسحاق صاحب ملتانی

صفحات : تقریباً ۱۸۴۲

سائز : ۱۳×۳۶/۱۶

ناشر : ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

قیمت : ۵۸۵/

دنیا میں ایک فرد کے دوسرے فرد سے اختلاف، ایک جماعت کے دوسری جماعت سے اختلاف، ایک مسلک کے دوسرے مسلک سے اختلاف کی روایت شروع سے چلی آرہی ہے اور اس میں کوئی استبعاد بھی نہیں کہ۔

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اگر یہ اختلاف علمی حد تک رہے اور اس میں للّٰہیت کار فرما ہو تو اس سے نہ صرف یہ کہ قوم کو سہولیات ملتی ہیں بلکہ اس سے نظر و فکر کو جلا بھی نصیب ہوتی ہے اور یہ اختلاف ایسا ہوتا ہے کہ نہ اس سے کوئی فتنہ جنم لیتا ہے اور نہ اس سے کسی قسم کے افتراق و انتشار کی نوبت آتی ہے۔ صحابۂ کرامؓ اور ائمہ مجتہدینؒ کے مسائلِ اجتہادیہ میں اختلاف کی نوعیت اسی قسم کی ہے، ان حضرات میں مسائل اجتہادیہ کے اندر ہزار اختلاف کے باوجود نہ لڑائی تھی نہ جھگڑا، نہ مناظرہ بازی تھی نہ مصادرہ و مجادلہ۔

اس کے برعکس اگر اختلاف میں للّٰہیت کے بجائے نفسانیت، تعصب، خود رائی اور خود بینی آجائے تو یہ اختلاف لڑائی جھگڑے اور فتنہ و فساد کا سبب بن جاتا ہے۔ بدقسمتی سے آج کل جو اختلاف جماعتی یا مسلکی رونما ہو رہے ہیں وہ کچھ

اسی قسم کے اختلاف ہیں جن سے گھر گھر لڑائی جھگڑے اور سر پھٹول کی نوبت آرہی ہے اور اس طرح ہم دشمنانِ دین کے لیے جگ ہنسائی کا سبب بن رہے ہیں، اعاذنا اللہ منہ۔

بڑے دکھ کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ موجودہ دور میں غیر مقلدین حضرات کا طرزِ عمل کچھ اس قسم کا ہوتا جارہا ہے جس سے نفسانی اختلاف اور تعصب کو جلا مل رہی ہے، ان حضرات کا ہر چھوٹا بڑا اُس عمل کو کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے جو اختلاف کا موجب ہو۔ یہ حضرات اتفاقی امور کو انجام دینے کے بجائے اختلافی امور کو معمول بناتے اور اس کی دعوت و اشاعت میں کوشاں رہتے ہیں۔ چنانچہ تہجد، چاشت، اشراق، اوابین وغیرہ نوافل کو چھوڑ کر مغرب کی اذان کے بعد نفل پڑھنا، جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتوں کو چھوڑ کر جمعہ کے خطبہ کے دوران نفل پڑھنا، اسی طرح دس ذی الحجہ کے افضل دن قربانی کو چھوڑ کر چوتھے دن قربانی کرنا، چمڑہ کے موزوں کو چھوڑ کر عام نائلون اور سوتی جرابوں پر مسح کرنا، نماز کی مسلمہ سنتوں کو چھوڑ کر رفع یدین اور آمین بالجہر میں لگنا یہ اس کی ادنیٰ مثالیں ہیں۔ غیر مقلدین کے ایک مقتدر عالم جنہیں غیر مقلدین شیخ الاسلام کہتے ہیں ان کی ایک تحریر ملاحظہ فرمایئے اس سے آپ کو اس حقیقت کا کچھ مزید اندازہ ہوگا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں کی خوش قسمتی سے خطبہ کے متعلق بھی اختلاف پیدا ہو چکا ہے کہ اس میں دیسی زبان میں وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں۔" [1]

غور فرمایئے ساڑھے تیرہ سو برس سے جو عمل غیر متنازع طور پر چلا آرہا ہے اس کے بارہ میں اختلاف پیدا ہو جانے کو غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مسلمانوں کی خوش قسمتی قرار دے رہے ہیں۔

ان کنت لاتدری فتلک مصیبۃ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

اندازہ لگایئے جن کے بڑوں کا یہ حال ہو اُن کے چھوٹوں کا کیا حال ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کا ہر فرد بیک قلم سب کو گمراہ قرار دے کر اپنی حقانیت کی صدا لگا رہا ہے اور ان حضرات کی یہ جارحیت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اس سے صحابۂ کرامؓ، ائمہ عظام، صوفیاء واہلُ اللہ کے دامن بھی محفوظ نہیں رہے، حال ہی میں حرمین شریفین کی دو یونیورسٹیوں سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے والے دو غالی غیر مقلدین نے جو مقالے لکھ کر ڈگری حاصل کی ہے ان مقالوں کو پڑھ کر دیکھئے کہ ان مقالوں میں نئے محققین نے کیا گل کھلائے ہیں۔ ان محققین پر اس دورِ پرفتن میں یہ عقدہ کھلا ہے کہ اکابر اولیاء اللہ اور اُمتِ مسلمہ کے مُسلّمہ بزرگ شیخ محی الدین ابن عربی، شیخ عبدالقادر جیلانی، مولانا روم، حضرت شاہ ولی اللہ اور اکابر علماء دیوبند یہ سب کے سب قبر پرست، بدعتی، مشرک اور گمراہ تھے، العیاذ باللہ

---

[1] فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۶۲۲

ع چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

غیر مقلدین کے اس جارحانہ طرزِ عمل سے برصغیر پاک و ہند کے عوام، بالخصوص اہل علم حضرات متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے اور اُن میں تشویش کی لہر دوڑنے لگی چنانچہ ہندوستان میں فدائے ملت امیر الہند جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم نے بطورِ خاص اس کا نوٹس لیا اور پورے ہندوستان کے اہل علم کو اس فتنہ کی سرکوبی کی طرف متوجہ فرمایا۔ گزشتہ سال آپ نے دہلی میں دوروزہ تحفظِ سنت کانفرنس منعقد کی جس میں سارے ہندوستان کے اکابر علماء کو مدعو کیا انہوں نے جہاں عوام کو اس فتنہ سے آگاہ کیا وہیں سعودی حکومت کو بھی متنبہ کیا کہ ایسی صورت میں اس کی کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ اس موقع جمعیت علماء ہند کی طرف سے تقریباً ستائیس رسالے بھی مختلف موضوعات پر فتنۂ غیر مقلدیت کے رد میں شائع کئے گئے، پیش نظر کتاب ''مجموعہ مقالات'' میں جو چار جلدوں پر مشتمل ہے انہی رسائل کو عکس لے کر شائع کیا گیا ہے نیز مرتب نے پاکستان میں ردِ غیر مقلدیت سے متعلق بہت سے مضامین کو بھی ان مقالات کے ساتھ اکٹھا کر دیا ہے۔ اس طرح ان مقالات میں تقریباً تمام متنازع مسائل سے متعلق تحریرات جمع ہوگئی ہیں، یہ مقالات غیر مقلدیت زدہ حضرات کے لیے عموماً اور اس موضوع پر کام کرنے والے حضرات کے لیے خصوصاً نہایت مفید و کارآمد ہیں۔

☆

سمجھ میں نہ آنے والی منطق

رہزن جب تک علیحدہ علیحدہ ہوں وہ رہزن ہیں۔ لیکن اگر رہزن یونین بنالیں تو وہ پاسبان بن جاتے ہیں۔ چور اگر اپنا کوئی اتحاد قائم کرلیں، وفاق قائم کرلیں تو وہ چوکیدار کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں، لیکن اگر الگ الگ ہیں تو چور ہیں رہزن ہیں، یہ منطق میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ایک رہزن رہزن ہے، دو رہزن رہزن ہیں لیکن سو رہزن آپس میں مل کر پاسبان کیسے بن جاتے ہیں۔ یہی رہزن جب ایک فردِ واحد میں ہے تو مضر ہے لیکن ترقی کر کے سو کے درجے تک پہنچی تو اب کیسے مضر نہیں رہے گی۔ اگر وہ ایک نمبر کی مضر تھی تو اب سو نمبر کی مضر ہونی چاہیے۔ دنیا کی سیاسی، اقتصادی، اجتماعی تنظیمات سب کا حال یہی ہے۔ یورپ، امریکہ اور رُوس کی حکومتوں کو دیکھئے اسی کے ساتھ مشرقی حکومتوں کو بھی دیکھئے کہ وہ فاسق الخیال، فاسد المقصد، جن کے مقاصد تخریبی، جن کی زندگی فاسد جن کے اخلاق خراب جن کے افکار و خیالات فاسد ان سبھوں نے ایک اجتماعی نظام بنالیا ہے اور وہ اجتماعی نظام قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کر رہا ہے۔

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(از دعوت فکر و عمل صفحہ ۷۰)

☆☆☆